پُولس رسول کا خط

کُلسّیوں کے نام

تفسیر

از

پادری جلال الدین صاحب بی۔اے
روپڑ۔ ضلع انبالہ

۱۹۵۴ء

پہلی بار ۵۰۰ قیمت ۶ آنے

تمہید

پولس رسول نے اپنے زمانے کا مشرق اور مغرب کا علم سیکھا۔ رسول کا دماغ علم کی دولت سے اور روح معرفتِ الٰہی سے مالا مال تھی۔ رسول کا استدلال نرالا اور لاثانی ہے۔ اس میں عبرانی اور یونانی طرز موجود ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ ذاتی طرز بھی ہے۔ لکھتے یا لکھواتے وقت رسول طویل جملے استعمال کرتا ہے جن میں اضافت در اضافت ہوتی ہے اور معترضہ جملے بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنا مفہوم بیان کرنے کے لئے تشبیہیں اور استعارے استعمال کرتا ہے۔ مشرق اور مغرب کے دینی اور دنیاوی علوم سے مثالیں پیش کرتا ہے اور پیچیدہ استدلال برتتا ہے غرضیکہ نقطہ خاص کہنے کے لئے وہ کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا۔ علم الٰہی کے مسئلے بیان کرنا اس پر ختم ہے۔ اسٹئیکی تصوف کا رسول پر خاصہ اثر تھا۔

ایسے عالم استاد کی عبارتوں اور مضمونوں کی تشریح اور تفسیر آسان کام نہیں۔ کلسیوں کے نام کا خط چھوٹا سا ہے۔ مگر کوزے میں دریا بند ہے کلسے کی جماعت میں ایک بدعتی تعلیم آ گئی تھی اس کی تردید اور صحیح تعلیم کی تصدیق اور توثیق رسول نے نہایت قابلیت سے کی ہے۔ رسول کا استدلال اور اسلوبِ بیان سمجھنے کیلئے پہلے باب کی تفسیر زیادہ وضاحت سے کی گئی ہے بعد میں اختصار سے کام لیا گیا ہے مگر کوئی نقطہ ادھورا نہیں چھوڑا گیا۔ نہ شک کی گنجائش رہنے دی ہے۔ تاہم تکمیل کا دعویٰ نہیں۔ اپنی کم مائیگی کا اقرار ہے۔ دعا ہے کہ یہ تفسیر انجیل کا پیغام سمجھنے میں معزز پڑھنے والوں کی راہنمائی کرے۔ آمین

کلیسیا کا خادم

جلال الدین رد پٹہ

کُلسّیوں

کُلسّیوں کا خط اُن سات خطوں میں سے ہے جو پولس رسول نے قید سے لکھے تھے۔ ان کی فہرست یہ ہے۔ فلپیوں۔ کُلسّیوں۔ افسیوں۔ فلیمون۔ پہلا اور دوسرا تمطاؤس اور طیطس۔ کُلسّیوں۔ افسیوں اور فلیمون کے خطوں میں ایک ربط پایا جاتا ہے۔

فلیمون کا پوسٹ کارڈ ایک نجی رقعہ ہے۔ مگر یہ رقعہ اور کُلسّیوں کا خط ایک ہی وقت میں لکھے گئے۔ اور ایک ہی ہرکارے کے ہاتھ ایک ہی شہر میں بھیجے گئے۔

افسیوں اور کُلسّیوں کے خطوں کے مقصد میں فرق ہے تو بھی بڑی حد تک دونوں میں ایک ہی خیال پایا جاتا ہے۔ اور اس خیال کے اظہار اور بیان میں عبارتیں ایک جیسی استعمال ہوئی ہیں۔ اس لئے بعض مفسروں اور معترضوں کو بھی شک گزرا ہے کہ دونوں میں سے صرف ایک اصلی ہے۔

فلپیوں کا خط افسیوں اور کُلسّیوں سے خاص ربط نہیں رکھتا جن کو یہ خط لکھا گیا وہ دوسری جگہ رہتے تھے۔ اس کے لکھے جانے کا وقت بھی اور ہی ہے۔ اور اُس وقت رسول کے خیالات بھی اور ہی طرف مائل تھے۔

تمطاؤس اور طیطس کے خطوں کا صحیح زمانہ تحریر معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہاں کے علما کا اتفاق ہے کہ یہ خط روم سے نہیں بلکہ افسس کے قید خانے سے لکھے گئے تھے۔ جب کہ

تمطاؤس بھی پولوس کے ہمراہ تھا۔

افسس شہر سے بھاگ کر روم نہیں بلکہ افسس گیا جو قریب تھا۔ افسس کلسے سے مغرب کی طرف ایک سو میل کے فاصلہ پر تھا۔ کلسہ میں ایک قدیم آبشار تھا۔ گندھک کے چشمے تھے اور ایک غار میں سے بخارات اُڑتے رہتے تھے۔ آجکل اس جگہ ایک ویران رتیلا میدان ہے۔ رسول کے زمانہ میں کلسہ مشرق یعنی ایشیا کا ایک زرخیز ضلع تھا۔ سنہ ۔۔۔ میں زلزلہ آیا اور شہر تہس نہس ہو گیا۔ خط پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلسے کی جماعت میں کوئی بدعت اُٹھی تھی۔ بعض کا تو یہ خیال ہے کہ یہودیوں کا ایک فرقہ جسے اسینی Essence کہتے تھے یہاں اپنے خیالات پھیلا رہا تھا۔ یہ فرقہ طہارت اور وضو کا بے حد پابند تھا۔ تارک الدنیا تھا۔ اپنے فرقہ کے لوگوں کے سوا دوسروں سے نہ ملتا تھا۔ الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس کے لوگ متقی اور پرہیزگار تھے۔ بیاہ شادی سے پرہیز کرتے تھے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ خوابوں کی تعبیر کرتے تھے۔ طبیب تھے اور جڑی بوٹیاں نکالتے تھے۔ تقدیر کے قائل تھے اور بقائے روح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ Lightfoot

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلسہ کی بدعت مقامی تھی۔ جس میں یہودیت اور دیگر مذاہب کی ملاوٹ تھی۔ رسول نے اس بدعت کی جس طریق پر تردید کی ہے اور اس کا جواب دیا ہے اس سے ہم اس خاص بدعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور قیاس آرائی کر سکتے ہیں۔

اس خط میں پولوس رسول مسیح کی سرفرازی اور مسیح رہبانی اور مسیح کو کل مخلوقات کا اور کلیسیا کا سر پیش کرتا ہے۔ رسول کے دنوں میں دو قسم کے خیال مشہور تھے۔ ایک خیال یہ تھا کہ رسمیں پوری کرنا کافی ہے۔ اسی کا نام مذہب ہے۔ دوسرا خیال یہ تھا کہ اس دنیا میں شکتیاں کام کرتی ہیں۔ اور کسی شخصی ہستی کی ضرورت نہیں کہ اس دنیا کا نظام سنبھالے۔ دونوں طرح کے خیال کے لوگوں کے سامنے رسول مسیح کو پیش کرتا ہے

رسول کو خبر ملی تھی کہ یہودیوں کی رسم پرستی اور ایشیائی تصوف کے میل جول سے ایک بدعت کھڑی ہو گئی ہے۔ ایشیا میں یہ عقیدہ رائج تھا۔ کہ مادہ ناپاک ہے اور سب قسم کی بدی مادے میں ہی ہے۔ اسی وجہ سے مادہ اور نیکی یا مادہ اور خدا ایک دوسرے کے خلاف ہیں یہاں تک کہ پاک خدا اس ناپاک مادی دنیا کا پیدا کرنے والا بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خدا اور اس دنیا کے درمیان کئی قسم کی ہستیاں ہیں۔ اور چونکہ بدی انسان کی بگڑی ہوئی ضمیر میں نہیں بلکہ مادے میں ہے اس لئے ایمان کی ضرورت نہیں بلکہ کشت اور ترک کی ضرورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں رسول بتاتا ہے اور سکھاتا ہے کہ مسیح خدا کا اصل اور کامل ظہور ہے۔ صرف مسیح ہی خدا اور مخلوقات کا درمیانی ہے۔ مسیح خالق ہے۔ مسیح پروردگار ہے۔ مسیح انسان کی زندگی ہے اور انسان کا نور ہے۔ مسیح انسان کا مالک اور مختار ہے۔ اور مسیح کلیسیا کو الہام اور پریرنا دیتا ہے۔ خدا اور انسان کے درمیان جو خلیج ہے مسیح اس کو بھرتا ہے۔ مسیح ہمارے گوشت میں سے گوشت اور ہماری ہڈی میں سے ہڈی ہے یعنی اس کا بدن اسی مادے سے بنا جس سے یہ دنیا بنی ہے اور ہمارا بدن بنا ہے۔ اور مسیح پاک ہے پھر یہ مادہ ناپاک اور بدی کی جڑ اور چشمہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ مسیح میں تو خدا مجسم ہے۔ مسیح میں الوہیت کی ساری معموری سکونت کرتی ہے۔ مسیح زندگی اور پاکیزگی کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے انسان کو کشت اور ترک کی ضرورت نہیں اور نہ ہی رسم پرستی کی ضرورت ہے۔ ان سے روح نہیں سدھرتی۔ خدا ایک ہے اور خدا اور انسان کے درمیان درمیانی بھی ایک ہی ہے یعنی یسوع مسیح۔

جب تم مسیح کے ساتھ دنیوی ابتدائی باتوں کی طرف سے مر گئے تو پھر اُن کی مانند جو دُنیا میں زندگی گزارتے ہیں انسانی احکام اور تعلیم کے موافق ایسے قاعدوں کے کیوں پابند ہوتے ہو کہ اِسے نہ چھونا۔ اُسے نہ چکھنا۔ اسے ہاتھ نہ لگانا۔ (کیونکہ یہ سب چیزیں کام میں لاتے لاتے فنا ہو جائیں گی) ان باتوں میں اپنی ایجاد کی ہوئی عبادت اور خاکساری

اور جسمانی ریاضت کے اعتبار سے حکمت کی صورت تو ہے مگر جسمانی خواہشوں کو روکنے میں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ کلسیوں ۲: ۲۰-۲۳

کوئی شخص خاکساری اور فرشتوں کی عبادت پسند کرکے تمہیں دوڑ کے انعام سے محروم نہ رکھے۔ ایسا شخص اپنی جسمانی عقل پر بے فائدہ پھول کر دیکھی ہوئی چیزوں میں مصروف رہتا ہے اور اس سر کو پکڑے نہیں رہتا۔ کلسیوں ۲: ۱۸-۱۹

ایشیائے کوچک میں جنس بت پرست ناستک تھے۔ جو فرشتوں کی تعلیم بھی دیتے تھے اور موسوی شریعت کی بھی تاکید کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنی تعلیم کو تھیاسوفی اور فیسرنی بھی کہتے تھے۔ اس میں آجکل کی طرح یہ کوشش تھی کہ دنیا بھر کے مذاہب کو برابر اور ان کے بانیوں کو ایک جیسے تسلیم کر لیا جائے۔

(۱:۱-۲) اہل یونان میں خط و کتابت کا یہی دستور تھا۔ "فلاں کی طرف سے فلاں کے نام" رومیوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا (اعمال ۲۳: ۲۶) پولوس رسول اسی قاعدے سے لکھتا ہے۔ مگر اس میں قدرے ترمیم کرتا ہے اور اس میں مسیحی خیال ملاتا ہے۔ پولوس رسول اپنے خط میں کسی نہ کسی کو شریک کر لیتا ہے۔

شروع میں مشنری یعنی انجیل کی منادی کرنے والے دو دو مل کر کام کرتے تھے۔ یہ غالباً خداوند یسوع مسیح کے اس حکم کے مطابق تھا (مرقس ۶: ۷)۔ رسول نے اس خط میں تمطاوس کو دعا سلام اور شکر گزاری میں شریک کر لیا ہے مگر خط کا اصل مضمون رسول کا اپنا ہی ہے۔ پولوس رسول کا قاعدہ ہے کہ ہر خط میں اپنی رسالت اور رسالت کی الٰہی تصدیق اور آسمانی مہر پیش کرتا ہے۔ اور دینی جماعت کو خط لکھنے کا حق اور اختیار رکھتا ہے۔ اور اپنی تعلیم نصیحت اور اصلاح کی بھی تصدیق پیش کرتا ہے جس طرح رسول بیان کرتا ہے۔ کہ اس کی رسالت اور اختیارات پر شک نہ کیا جائے۔ اسی طرح کلسے کی جماعت کی تقدیس اور برگزیدگی پر خود بھی شک نہیں کرتا وہ بھی یہ چاہتا

ہے کہ وہ خود یا کوئی حاسد اس جماعت کی تقدیس اور برگزیدگی پر شک کی نگاہ ڈالے۔

مقدس:۔ جس کی تقدیس کی گئی ہے۔ جو پاک کیا گیا ہے۔ یعنی ایسا انسان جو خداوند کے کفارہ پر ایمان رکھتا ہے اور فضل کی نعمتوں میں شریک ہو کر وارث کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔

ایسا شخص جو ناپاکی سے پاکیزگی کی حالت میں لایا گیا ہے۔ یعنی اس کی پاکیزگی نہ ذاتی وصف ہے اور نہ ذاتی کوشش کا نتیجہ ہے بلکہ عطیہ الٰہی اور فضل ربانی ہے۔

ایمان دار:۔ وہ شخص جو خداوند کی ذات وصفات کا قائل ہے۔ اور تسلیم کرتا ہے کہ مسیح خدا کا مظہر ہے۔ گنہگار کا نجات دینے والا ہے۔ الوہیت رکھتا ہے زندہ ہے۔ قیامت کے دن کل انسانوں کی عدالت کرنے آئیگا۔ اور ہمیشہ تک بادشاہت کرے گا۔

ایمان کے معنی ہیں روحانی حقیقتوں کو اس طرح مان لینا کہ وہ ہمارے علم ارادہ اور احساس کا جزو بن جائے یعنی ہماری کل شخصیت کا اندرونی جزو بن جائے اور اس میں ذرہ بھر شک اور وسوسہ کی گنجائش نہ ہو ایسا ایماندار وہ ہے جس نے تقدیس کو اپنا لیا ہو۔

مسیح میں:۔ مسیح میں کی بجائے مسیحی کہا جا سکتا تھا۔ مگر یہ لفظ اس وقت ایمان داروں کی تحقیر اور تذلیل کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

فضل اور اطمینان:۔ رسمی طور پر خطوں میں یہ عبارت آتی تھی کہ تم کو خوشی نصیب ہو۔ مگر پولوس رسول نے ترمیم کر کے خط کی شکل خوبصورت بنا دی ہے۔ اور لفظ خوشی کی بجائے لفظ فضل استعمال کیا ہے۔ خوشی فضل کے حصول کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ فضل سے مراد ہے خدا باپ کے ساتھ صحیح تعلقات کی تاثیر یا نتیجہ۔ خوشی کا دار و مدار تعلقات کی صحت پر ہوتا ہے۔ تعلقات کے بگاڑ کا نام دکھ ہے۔ اسی دنیا کو عالم مضافات یعنی تعلقات اور لگاؤ کی دنیا کہتے ہیں۔ لہذا ایمان۔ خوشی اور صلح کا مدار تعلقات کی نوعیت پر ہے۔

سلامتی: خط لکھنے کے یونانی یا مغربی قاعدہ میں عبرانی یعنی مشرقی قاعدہ داخل کر دیا ہے۔ اور سلام بھی لکھ دیا ہے۔ اس سلام سے مراد محض خدا حافظ نہیں اور یہ زبانی تسلی یا طفل تسلی نہیں بلکہ حقیقی دعا ہے۔ یوحنا ۱۴: ۲۷

۱: ۳-۶ ۔ شکر گزاری - خط کا یہ حصہ بھی یونانی طریق پر ہے۔ علیک سلیک کے بعد مکتوب الیہ کی خیر و عافیت کے لئے شکر گزاری کی گئی ہے۔ اور صحت کے قیام اور ثبات کے لئے دعا اور برکت دی گئی ہے۔ شکر گزاری ایمان دار کا خاصہ ہے۔ شکر گزاری رحم اور سخاوت کی صفت کو حرکت میں لاتی ہے۔

یسوع مسیح کا باپ یعنی خدا :- خدا ہر انسان کا خالق ہے۔ کل مخلوق کا بادشاہ ہے اور نو نہاد کا باپ ہے۔ مگر ہر نو نہاد یسوع مسیح میں ہو کر خدا کا بیٹا ہے۔ یسوع مسیح اکلوتا بیٹا ہے۔ یعنی لاثانی ہے مگر پہلوٹھا بھی ہے۔ یعنی اس کے سبب اور بیٹے بھی ہیں۔ جہاں پہلوٹھا بیٹا ہوتا ہے وہاں اور بیٹوں کا بھی امکان ہوتا ہے۔

مقروع میں کل ایمان دار خدا کو ابا یعنی اے باپ کہہ کر پکارتے تھے۔ (۱: ۴) (۱) مسیح پر ایمان رکھتے ہو (۲) مقدسوں سے محبت رکھتے ہو (۱: ۵) امید - ان دو آیتوں سے ظاہر ہے کہ ایمان داروں کا عقیدہ بن رہا ہے۔ خدا پر ایمان کا اور مقدسوں کی رفاقت کا ذکر ہے اور ایمان کے ساتھ امید اور محبت کا بھی ذکر ہوا ہے۔ خدا قادر مطلق ہے۔ انسان محتاج ہے۔ جب محتاج انسان قادر مطلق خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے۔ تو محتاج انسان اور قادر مطلق خدا کے درمیان ایک ضعیف نسبت پیدا ہوتی ہے۔ محتاج بے بس اور بے کس انسان میں اس نسبت سے ایک یقین پیدا ہوتا ہے۔ اس یقین کو جب محتاج اور مجبور انسان کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو اسے امید کہتے ہیں۔ امید ایک یقین ہے جس کا پورا ہونا بھی ممکن ہے اور پورا نہ ہونا بھی ممکن ہے۔ پورا نہ ہونا اس لئے ممکن ہے کہ انسان میں خدا کے انتظام سے فائدہ اٹھانے کی

پوری طاقت اور اہلیت نہیں بلکہ سہو خطا اور غفلت ہے وہی یقین جب خدا کی نظر سے
دیکھا جاتا ہے تو ایمان کہلاتا ہے۔ ایمان ایسا یقین ہے جس کا پورا ہونا نہ صرف ممکن
ہے بلکہ لازمی ہے اور پورا نہ ہونے کا تصور بھی اس کے اندر نہیں۔ جس طرح خداوند یسوع
مسیح نے کہا تھا کہ انسان سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ متی ۱۹:۲۶
وہ اُمید کی ہوئی چیز ہمیشہ کی زندگی یعنی نجات ہے جس میں گناہ اور فنا سے نجات ہے۔ فانی
اور محدود انسان کو ایمان جو کہ غیر فانی اور غیر محدود ہے۔ خدا باپ کی طرف سے ایک عطا
کی ہوئی توفیق ہے۔ اسی لئے بے تبدیل ابدی ازلی اور بے خطا ہے۔

۱، ۳-۸۔ دعا میں مختلف انسان اپنی محبت جی کا اقرار کرتا ہے اور خدا کی
قدرت مطلق پروردگاری رحیمانہ شفقت اور وجود کا اعتراف کرتا ہے۔ جو اپنا سورج
بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور اپنی مٹھی کھولتا اور سب کو سیر کرتا ہے۔ دعا میں
(۱) خدا کی توصیف (۲) شکرگزاری (۳) اقرار اور (۴) التجا ہوتی ہے۔

پولس رسول اپنے رفیقوں کے ساتھ کلسے کی مسیحی جماعت کے لئے دعا کرتا ہے
روز مرّہ دعا کرتا ہے۔ اور دعا میں کلسے کی جماعت کے لئے خاص طور پر شکرگزاری پیش
کرتا ہے اور اپنی شکرگزاری کی وجہ یوں بیان کرتا ہے (۱) مسیح یسوع میں تمہارا ایمان
ہے ۱:۴ (۲) سب مقدسوں سے محبت رکھتے ہو ۱:۴ (۳) پھر اُن کے ایمان اور محبت کی بنیاد
کا یوں بیان کرتا ہے۔ (۱) اُس اُمید کی ہوئی چیز کے سبب جو تمہارے واسطے آسمان پر رکھی ہوئی
ہے ۱:۵ (۲) جس کا ذکر تم خوشخبری کے کلام حق میں سن چکے ہو ۱:۵ (۳) اب وہ خوشخبری
تمہارے پاس پہنچ گئی ہے ۱:۶ (۴) یہ خوشخبری سارے جہان میں پھل دے رہی اور
ترقی کرتی جا رہی ہے ۱:۶ (۵) تم میں بھی پھل دے رہی اور ترقی کر رہی ہے۔ ۱:۶
یعنی تم ہمارے ساتھ مقدسوں کی رفاقت میں شریک ہو گئے ہو۔ اور مقدسوں کی یہ شراکت
عالمگیر ہے ۱:۶ (۷) یہ ہماری محنت اور خدا کے فضل کا نتیجہ ہے کیونکہ ہمارے عزیز ساتھی

اور یہ خدمت اِپفراس نے تم کو خوش خبری سنائی تھی۔ ۱: ۷ (۹) جس اِپفراس نے تم کو انجیل سنائی اسی نے ہم کو تمہاری محبت کا ذکر سنایا ۱: ۸ اسی سے ہم خدا کا شکر بجا لاتے ہیں۔

۱: ۳۔ خداوند یسوع مسیح:۔ پُرانے عہد نامہ میں یسوع مسیح خدا کا ذکر صفحے والاخام ہے۔ خداوند کے شاگرد اس کے لئے لفظ اُستاد استعمال کرتے تھے۔ اور اس کے معنی تھے کارکنگران۔ جس کے اشارے۔ حکم اور تجویز اور خوشنودی کے مطابق وہ کام کرتے تھے مثلاً خداوند تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہوں۔ (لوقا ۱: ۵)

مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد شاگردوں نے اور رسولوں نے لفظ خداوند میں وسیع مفہوم ڈال دیا۔ وہ یسوع مسیح کو جسم جان اور روح کا مالک یعنی دینے والا۔ قائم رکھنے والا اور نجات بخشنے والا تسلیم کرتے تھے۔ خدا باپ کو یعنی تثلیث کے پہلے اقنوم کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کی عبادت اس کے مظہر یسوع مسیح میں ہوتی ہے۔ یعنی یسوع مسیح ایمان داروں کا قبلہ ہے۔ معبود اور مسجود ہے۔ اندیکھے خدا کا دیدنی زندہ (۱۷۱۱) ظہور ہے اس کے بغیر نادیدنی خدا کی عبادت ناممکن ہے۔ وہ فرشتوں۔ انسانوں اور بدروحوں کا مسجود اور قبلہ ہے (فلپیوں ۲: ۱۰) دنیا بھر کے تیرتھ۔ زیارت گاہیں۔ بُت۔ کعبہ کا حجر اسود یعنی کالا پتھر اور مورتیاں شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے تمام قبیلے ناقص العقل انسان کی اختراع ہیں تاہم ان میں ایک نفسیاتی نکتہ پایا جاتا ہے کہ انسان خدا کو سجدہ کرنا چاہتا ہے۔ اور سجدے کے لئے ایک دیدنی قبلہ کا خواہش مند ہے۔ کل انسانوں کی اس قدیم اور عالمگیر تمنا کا جواب یسوع مسیح ہے۔

۱: ۳ "ہم تمہارے حق میں خداوند یسوع مسیح کے باپ کا شکر کرتے ہیں"۔

ہم انسان محتاج ہیں۔ ایک ایک سانس کے لئے خدا کے محتاج ہیں۔ اور خدا نے ہم انسانوں کی تمام ضروری چیزیں فطرت کے خزانوں میں رکھی ہوئی ہیں۔ جو کھود تا اور محنت

کرتا ہے پالیتا ہے۔ یعنی مادی ضرورتوں کا پورا کرنا بہت حد تک ہمارے ہاتھ میں ہے عقل اور ہمت کے استعمال سے ہم ضروری چیزیں حاصل کر سکتے ہیں اور انسان نے اپنی عقل اور ہمت سے کرشمے کئے ہیں۔ بجلی جیسی بے پناہ قوت کو انگلیوں پر نچاتا ہے۔ حیوانوں کو اشارے سے چلاتا ہے۔ سمندر کی تہ سے موتی لے آتا ہے اور پہاڑ کے بطن سے لعل چراتا ہے۔ ہوا میں اڑتا ہے اور اپنی آواز کو ہوا اور بجلی کی لہروں میں لپیٹ کر دو چار سیکنڈوں میں زمین کی حدوں تک پہنچاتا ہے۔ تصور اور تخیل کو پردے پر حرکت کرواتا اور بلواتا ہے روحوں سے باتیں کرتا ہے اور ایٹم کی شکتی کو آزماتا ہے۔ غرضیکہ انسان قدرت کی طاقتوں اور زمین اور آسمان کے سامان پر اختیار رکھتا ہے۔ ع

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

مادی دنیا سے آگے نکل کر انسان نے روحانی دنیا میں بھی دخل دیا ہے اور خدا کی ذات۔ روح کے وجود۔ موت۔ موت کے بعد کی زندگی۔ بہشت اور نجات وغیرہ ادق مضمونوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ نجات اور نجات دہندہ کی ضرورت محسوس کی ہے مگر مکتی داتا کو پیدا نہیں کر سکا۔ من گھڑت بدل پیش کئے ہیں جس سے مکتی داتا کی ضرورت اور انسان کی بے بسی زیادہ واضح ہوتی ہے۔ انسان کمزور اور محدود اور محتاج انسان کے تحت الشعور کی یہ ضرورت خدا نے خود پوری کی ہے۔ انسان کی جملہ ضروریات مسیح یسوع میں پوری ہوتی ہیں۔ انسانی روح کے تمام واجب تقاضے مسیح میں پورے ہوتے ہیں۔ غرضیکہ انسان کی سب سے بڑی اور حقیقی ضرورت مسیح میں پوری ہوتی ہے۔ اس لئے انسان کو شخصی اور نوعی طور پر مسیح کے لئے خدا باپ کا شکر کرنا واجب ہے۔ خدا کو باپ کہہ کر یہاں رسول نے ایک بڑی حقیقت یہ واضح کی ہے کہ مسیح ہمارا ہم جنس اور قرابتی ہے۔ لہٰذا اس کو ہم پر حق ہے اور ہم انسانوں کو خواہ مخواہ اس سے اُمید ہے

مسیح ہماری اُمید ہے۔
۱:۴ ہم نے سُنا ہے کہ مسیح یسوع پر تمہارا ایمان ہے:۔

مسیح عقل سے نہیں ایمان سے قبول کیا جاتا ہے: تاہم مسیح کی قبولیت عقل کے خلاف نہیں بلکہ فوق العقل ہے۔ مسیح کی ذات اور مسیح کے کام فوق العقل ہیں۔ عقل کی ایک حد ہے اس حد تک مسیح معقولیات سے سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً مسیح کی زندگی اور کاموں پیار اور خواص پر غور اور استدلال کر کے ہم عقل سے مسیح کی کامل انسانیت سمجھتے ہیں مگر عقل سے سمجھ لینے کے بعد بھی مسیح کی ہستی۔ خواص اور کام سمجھ سے باہر رہ جاتے ہیں۔ جو عقل سے آگے اور بالاتر ہے اس کو ایمان سے سمجھتے ہیں۔ مثلاً مسیح کی انسانی شخصیت میں الوہیت کی معموری۔

خدا اور انسان کا تعلق عجیب وغریب ہے مگر جیسا فہم اور خلاف عقل نہیں۔ مثلاً خُدا رازق ہے انسان کا۔ گویا رزق نسبت ہے خُدا اور محتاج انسان کے درمیان۔ جب ہم خُدا کی رزاقی کی صفت کاملہ پر غور کرتے ہیں تو ہم انسانی اعتبار سے کہتے ہیں کہ اُمید ہے خُدا رزق دیگا۔ اب انسان ممکن الوجود ہے یعنی اس کی اُمید میں پُورا ہونے اور نہ پُورا ہونے کے برابر احتمالات پائے جاتے ہیں۔ مگر جب ہم اس تعلق کو خُدا کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو چونکہ خُدا واجب الوجود ہے ہم جانتے ہیں کہ رزق بالضرور تہیا ہوگا ضرورت پُورا نہ ہونے کا اندیشہ اور گمان خُدا میں نہیں۔ تو اسی تعلق کو خُدا کی نسبت سے ہم ایمان کہتے ہیں جسے انسان کی نسبت سے اُمید کہتے ہیں۔ چنانچہ ایمان اور اُمید ایک ہی معنوں میں استعمال بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کو ایمان سے نجات ملی ہے۔
ہم کو اُمید ہی سے نجات ملی ہے۔
مسیح نجات کا بانی ہے۔
مسیح نجات کا مقصد ہے۔ تمسیّوں ۱:۲
مسیح نجات کا کامل کرنے والا ہے۔ عبرانیوں

کہنے اور سننے کا اصل مضمون یہی ہے۔ دیکھا کہ کل علوم اور کل سائنس اسی کی توضیح۔ تمثیل اور تفہیم کے لئے وجود میں آئے ہیں۔

۱: ۴۔ اور سب مقدس لوگوں سے محبت رکھتے ہو۔

مسیح پر ایمان لانے کا یہی نتیجہ ہے۔ کہ کل ایمان داروں میں محبت سے وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول نے اس وحدت کو انسانی بدن کی مثال سے سمجھایا ہے۔

ہمارے عقیدے میں یہ ضروری رکن ہیں یعنی ایمان خدا باپ پر۔ ایمان خداوند یسوع مسیح پر اور ایمان مقدسوں کی رفاقت پر۔ ایمان نری نہیں شخصی فعل ہے۔ آدم سے ہمارا تعلق نری ہے۔ ہر انسان آدم سے خواہ مخواہ تعلق رکھتا ہے۔ آدم سے ہمارا تعلق ہمارے اختیار میں نہیں۔ اختیاری نہیں۔ اضطراری ہے۔ مگر مسیح سے ہمارا تعلق شخصی اور ذاتی ہے۔ ہم اپنی مرضی سے برضا و رغبت۔ بلا جبر بلا کراہ اور بلا تحریک کے آزاد انتخاب سے مسیح سے ایمان کے وسیلے سے یگانگت اور رفاقت قائم کرتے ہیں۔ اور جتنے رفاقت پیدا کرتے ہیں ان میں مجموعی طور پر محبت۔ خلوص اور یگانگت پیدا ہو جاتی ہے یہ ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔

مسیح سے باہر گروہوں اور قوموں میں ایکا پیدا ہوتا ہے۔ ایکا کسی ذاتی غرض کی بنا پر ہوتا ہے اور دوسرے گروہ یا قوم کے خلاف ہوتا ہے۔ مگر کلیسیائی تنظیم یعنی مقدسوں کی رفاقت ایثار کی بنا پر ہوتی ہے۔ دوسروں کی خاطر ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد مسیح کی صلیب ہے جو پاک اور مطلق محبت کا سب سے بڑا اظہار ہے۔

ایسی محبت روح کا پھل ہے۔ گلتیوں ۱: ۸ و گلتیوں ۵: ۲۲

۱: ۵۔ اس محبت اور یگانگت اور وحدت کا سبب وہ اُمید کی ہوئی چیز ہے جو تمہارے واسطے آسمان پر رکھی ہوئی ہے۔

چونکہ مقدسوں کی اُمید ایک ہے اور ایمان کا منبع مقصد اور کامل کرنے والا ایک

ہے۔اسی لئے مقدسوں میں یگانگت اور وحدت ہے جس میں انفکاک نہیں۔چنانچہ رسول نے کہا ہے کہ کون ہم کو مسیح کی محبت سے جدا کر سکتا ہے۔یہ ایسا استفہام ہے جس کو استفہام انکاری کہتے ہیں۔یعنی انکار ہے کہ کوئی ہم کو مسیح کی محبت سے جدا نہیں کر سکتا۔

اس کا ذکر صرف خوشخبری کے کلام حق میں ہے۔ خوش خبری صرف وہ ہے جس میں مسیح کا ذکر ہے جو ایمان کا بانی مقصد اور کامل کرنے والا ہے۔ایسی خوش خبری ہی سچا کلام ہے۔کلام اور خوش خبری کا مرتبہ اور نام صرف اسی کا حق ہے۔باقی سب کلام ادنیٰ۔ذلیل اور عام ہیں۔خدا کا کلام اصل کلام ہے۔اور یہی خوشخبری ہے خدا رحیم و غفور ہے۔وہ انسان کو رحمت اور بخشش اور معافی کی بات کہیگا۔جو انسان کو خوش کریگی۔اور اس کی زندگی کی امیدوں۔آمنگوں اور جذبات کی تعمیر کرے گی۔مگر انسان حاسد منتقم۔اور خودغرض ہے۔لہذا وہ ہمیشہ خودغرضی اور انتقام کی بات کہیگا جس سے سننے والے کو صدمہ رنج اور ملال ہوگا۔انسان کا کلام خوشخبری نہیں ہو سکتا۔

۱:۶۔یہ خوشخبری سارے جہان میں پھل دیتی اور ترقی کرتی جاتی ہے۔

خوشی انسان کے لئے طبعی چیز ہے۔خوش باش اور ہنستے کھیلتے انسان کو دیکھ کر ہم کو حیرت نہیں ہوتی۔خوشی ہوتی ہے۔طبیعت میں سکون پیدا ہوتا ہے مگر غم زدہ انسان کو دیکھ کر ہر کوئی سوال کرتا ہے کہ میاں تم اداس کیوں ہو۔کیوں کبیدہ روتے کیوں ہو۔بھائی صاحب گم سم کیوں ہو وغیرہ۔خوشی نیچرل ہے لہذا عالمگیر ہے۔کیونکہ نیچر خود عالمگیر ہے اور ہمہ رس ہے۔محیط ہے۔

انسان کے لئے ایک ہی چیز طبعی اور نیچرل ہے۔وہ ہے انجیل اور چونکہ انجیل انسان کی فطرت کا تقاضا پورا کرتی ہے لہذا ہوا روشنی اور حرارت کی طرح حقیقی اور روحانی زندگی کے لئے عالمگیر ہے اور ہمہ رس ہے۔کسی ایک ہی ملک۔آب وہوا اور قوم کے لئے مخصوص اور محدود نہیں۔تجربہ گواہ ہے۔آج اس کے منکر بھی اس سے

پریرنا اور بلند خیالی حاصل کر رہے ہیں۔ دنیا کی ہر پاکیزہ تحریک اور مخائت تعلیم الٰہی کی مرہونِ منت ہے دنیا کا کوئی نیک کام اور انسان کی کوئی پاکیزہ تحریک انجیل کے لئے نئی اور اجنبی نہیں۔

یسوع امید ہے کل انسانی ذات کی اور انجیل بیان اور اشتہار ہے یسوع کا خدا بُلاتا ہے کہ اے تم لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دونگا۔ انسان سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ اس طرح انسان نئے سرے سے پیدا ہوتے اور ایمان دار بنتے ہیں۔ جن کے مجموعہ کو کلیسیا یعنی مقدسوں کی رفاقت کہتے ہیں۔

مقدس یا سنت Saint یہاں سیاگی کو نہیں کہا گیا۔ بلکہ ایسے شخص کو جو دنیا میں رہتا ہے دنیا سے تعلقات اور سروکار رکھتا ہے مگر پھر بھی سنگ دنیا نہیں۔

اے کلیسیو جس طرح سارے جہاں میں پہنچی ہے اسی طرح تمہارے پاس پہنچی ہے۔ یعنی انسان کے ارادہ اور دوڑ دھوپ سے نہیں بلکہ اپنی اندرونی قوت قدرت اور تاثیر سے انجیل خدا کی قدرت ہے۔

رومیوں ۱۶:۱ جس طرح سورج اپنی ذاتی اور اندرونی قوت اور تاثیر سے ترقی کرتا اور پھیلتا ہے اس سے بڑھ کر انجیل اپنی ذاتی قوت اور اندرونی تاثیر سے ترقی کرتی ہے۔ انجیل انسان کو اُٹھاتی ہے۔ انجیل انسان کی محتاج ہے۔ نہ کہ انسان انجیل کا۔

انجیل کا طبعی خاصہ یہ ہے کہ پھیل دیتی اور ترقی کرتی ہے۔ انجیل مقامی نہیں عالمگیر ہے حالات سے موافقت اور سمجھوتہ نہیں کرتی بلکہ حالات کو اپنے رنگ سے رنگین اور پاکیزہ بناتی ہے پھیلنا دینا بھی ترقی ہے۔ پھیل اندرونی زندگی قوت اور تاثیر کا بیرونی اظہار ہوتا ہے۔ ترقی دو طرح کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی ذات میں بڑھنا۔ اور غیر ذات کی طرف پہنچنا۔ انجیل کا حال ہے اس میں بڑھنے کی ضرورت اور گنجائش نہیں وہاں یہ انسانوں کے پاس جاتی ہے اور اپنی طبعی قدرت اور تاثیر سے ان میں اثر اور زندگی پیدا

کرتی ہے۔یُوں بڑھتی ہے۔ ۱: ۶۔ جب سے تم نے اس زندہ۔پھل لانے والی اور تاثیر کرنے والی انجیل کو سُنا ہے اور اس کے مضمون اور پیغام لیعنی خُدا کے صفت کرم کو سمجھا اور اپنایا ہے۔ اور پھل کینے تیار کیا ہے وُہ تم میں پھل پیدا کر رہی ہے۔لیعنی تم خُدا کو پہچان رہے ہو۔اپنی زندگی کا مقصد جان گئے ہو۔ایمان لے آئے ہو اور نجات پا رہے ہو۔

۱: ۷۔ انجیل پر ایمان لانا لیعنی اس کو خُدا کا کامل کلام قبول کر لینا سب سے بڑی نعمت اور سعادت مندی ہے۔ اور اس کی خدمت لیعنی بشارت سب سے بڑی دیانت داری ہے خُدا کے ساتھ۔نوع انسان کے ساتھ اور اپنے ساتھ۔اس دیانتداری کا نتیجہ ہے زندگیوں کی تعمیر اور تازگی اور کلیسیا کا قیام۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اپفراس نے انجیل کا پیغام سُنا کر کلسے کی کلیسیا قائم کی۔

۱: ۸۔ سے واضح ہے کہ اپفراس نے رسول کو کلسے کی سچی جماعت کی خبر دی۔

۱: ۳۔ ۸ میں شکر گزاری ہے۔

۱: ۹۔ ۱۴ میں دُعا ہے۔

مسیحی زندگی میں اوّل شکر گزاری ہے۔ اور پھر دُعا ہے۔پولوس رسول ایک ایک کلیسیا کے حق میں دُعا کرتا ہے۔ اور اپنی دُعاؤں میں درخواست پیش کرتا ہے گویا اپنی اور جماعت کی محتاجی کا اقرار کرتا ہے اور پھر خُدا باپ اور خُداوند لیسوع مسیح کی قدرت مطلق کا اعتراف کر کے محتاجیاں اس کے حضور پیش کرتا ہے۔

جہاں بھی رسول نے دُعا کا ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض لفظ دُہرانے کا قائل نہیں۔بلکہ ہمیشہ دعا کی طبیعت اور مناجات کی روح میں رہتا ہے۔اسی لئے کہتا ہے کہ ہم دُعا کرنے سے باز نہیں آتے کلسیوں ۱: ۹ اور تاکید کرتا ہے کہ نت دُعا کرو۔

پس میں سب سے پہلے نصیحت کرتا ہوں کہ مناجاتیں اور دعائیں اور التجائیں اور شکر گزاریاں سب آدمیوں کے لئے کی جائیں۔اتم ۲: ۱ پس میں چاہتا ہوں کہ مرد ہر جگہ بغیر

غصے اور تکرار کے پاک ہاتھوں کو اُٹھا کر دُعا کیا کریں۔ اتم ۲:۸

جماعت کے لئے رسول کی دُعا کا مضمون دیکھئے: ۔(۱) تم اس کی مرضی کے علم سے معمور ہو جاؤ۔ دیکھئے رسول کمال کا قائل ہے مسیح کی طرح جس میں الوہیت کی ساری معموری سکونت کرتی ہے۔

مسیح خداوند نے کہا کامل بنو جس طرح تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔ رسول نے تاکید کی کہ مسیح کی ساری معموری تک معمور ہو جاؤ۔

مسیح نے اپنی آمد کا مقصد یوں بیان کیا ہے کہ تم زندگی پاؤ اور کثرت کی زندگی پاؤ۔ یوحنا ۱۰:۱۰

رسول خدا کی بخشش یوں بیان کرتا ہے کہ ہر کامل انعام اُوپر سے ہے۔ یعنی کامل خدا کامل انعام عطا کرتا ہے تاکہ پانے والا کامل ہو جائے اور کسی طرح بھی محتاج نہ رہے۔ پہلا کامل انعام اس کی مرضی کا کامل علم یا مکاشفہ ہے۔ باقاعدہ سلسلہ وار اور معقول معلومات کو علم کہتے ہیں سادہ علم کسبی ہوگا یا وہبی۔ یعنی یا تو انسان کی اپنی تحقیق اور جستجو کا نتیجہ ہوگا۔ یا خدا کی بخشش ہوگا۔ خدا کی مرضی کا صحیح اور کامل علم وہ ہوگا جو خدا خود عطا کرے۔ چھوٹی نوع بڑی نوع کا علم اپنی کوشش سے حاصل نہیں کر سکتی۔ ضرور ہے کہ بڑی نوع چھوٹی نوع کو خود اپنا علم اور مکاشفہ بخشے اور ضرور ہے کہ وہ مکاشفہ تدریج اور مسلسل اور معقول ہو۔ ورنہ باعث پریشانی اور موجب حیرانی ہوگا۔

علم عالم کی شخصیت کا حصہ ہوتا ہے۔ پس کسی علم کی معموری یعنی کامل عالم یعنی علم پانیوالے کی شخصیت کا لازمی جزو بنے گا۔ اور ایسی حالت میں جو چیز بڑی اور زیادہ قدرت والی ہوگی وہی سائر اور دائر ہوگی۔ یعنی انسان ادنےٰ اور محتاج ہے۔ خدا بڑا ہے۔ اور حاجت روا ہے۔ جب وہ محتاج میں آئے گا یعنی علم کی صورت میں محتاج انسان کو معمور کرے گا تو انسان کو وہی چلانے اور حرکت اور ترغیب دینے والا ہوگا۔ انسان

کی زندگی میں اسی کی مرضی پوری ہوگی۔ اور محتاج انسان خدا کے علم کا عالم ہوتا ہوا بھی اپنی
بیکسی اور لاچاری کا یوں اعتراف کرے گا کہ میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔ یا بالفاظ
رسول یوں کہئے کہ اب جبکہ میں خدا کی مرضی کے علم سے معمور ہو گیا ہوں تو اب میں زندہ
نہیں رہا بلکہ وہ زندہ اور متحرک ہے جس کی مرضی کے علم سے میں معمور ہوں خدا کی مرضی یا خدا کی مرضی
کا علم خداوند یسوع مسیح ہے۔ پس ہر ایماندار میں مسیح خداوند زندہ اور متحرک ہوتا ہے۔
اس میں اس کی مرضی پوری ہوتی ہے۔ خدا کی مرضی یہ ہے کہ ہر گنہگار کی توبہ تک نوبت پہنچے
اور کوئی انسان ہلاک نہ ہو۔ ۲ پطرس ۳: ۹
خدا کی مرضی کبھی نہ بیابانہ دکھاوا اور بناوٹ نہیں۔ خدا کی مرضی ہی خدا کا
خلق ہے۔ یعنی اس کی مرضی اکمل اور بے خطا ہے۔
دنیا اپنی حکمت سے خدا کو نہیں جان اور پہچان سکتی۔ ۱ کرنتھی ۱: ۲۱
دنیا کی حکمت خدا کے نزدیک بے وقوفی ہے۔ ۱ کرنتھی ۱: ۲۰
رسول عام علم سے خدا کی مرضی کے علم کو بڑا اور ممتاز بتاتا ہے کہ کہتا ہے کہ ہر طرح
کی حکمت اور سمجھ کے ساتھ اس کی مرضی کے علم سے معمور ہو جاؤ۔
دنیاوی علم تو طالب علم کو امتحان پاس کرنے کے لئے رٹنا پڑتا ہے۔ خواہ اسے سمجھے
یا نہ سمجھے مگر خدا اپنا علم اس طرح نہیں دیتا۔ مسیح نے یہ امتیاز یوں بیان کیا کہ میں اپنا
اطمینان تم کو دیتا ہوں مگر جس طرح دنیا دیتی ہے اس طرح نہیں۔ یوحنا ۱۴: ۲۷
خدا اس سمجھ ہے۔ وہ معاملات کو سمجھتا ہے۔ وہ مقصد اور نیت کو جانتا ہے۔ خدا
میں حکمت ہے۔ مدبر ہے اس میں حکمت اور معرفت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ یعنی اس
کی حکمت کی نہ حد ہے نہ حساب۔ اس کی حکمت پاک ہے۔ یعقوب ۳: ۱۷۔ پس جب ایماندار
خدا کی مرضی سے سمجھ اور حکمت سے معمور ہوتا ہے تو اس میں نیکی اور بدی کا بے خطا امتیاز
آ جاتا ہے وہ تو اس کے سوچ بچار اور عمل میں حکمت ہوتی ہے یعنی اس کا طریقہ پاک

ہوتا ہے اور اس کا مقصد بھی پاک ہوتا ہے۔ اور معقول اور مُفید ہوتا ہے۔ اور اپنی
اور دوسروں کی ترقی اور تعمیر کا موجب ہوتا ہے اور یوں اپنے اندر اور دوسروں میں
کمال لاتا ہے۔ یعقوب رسول یوں تاکید کرتا ہے کہ کامل ہو جاؤ۔ یعقوب ۱: ۴ مگر صبر اور
انتظار سے۔ تدریج اور قدم بہ قدم۔ ایک طالب علم کی طرح نہ کہ بوتل کی طرح۔ یعنی خُدا
کی حکمت۔ سمجھ اور مرضی سے ایسے معمور ہو جاؤ کہ تم لبریز ہو کر چھلکنے اور بہنے لگو اور
بہت سی زندگیاں تُمہاری صحبت اور رفاقت سے سیراب، سرسبز اور کامل ہو جائیں
تو بھی تم میں خلا، خالی پن اور خسارہ پیدا نہ ہو۔ افسی ۴: ۱۳ میں کامل کی یوں تعریف کی گئی
ہے کہ ہم کامل انسان بن جائیں۔ یعنی خُدا کے بیٹے کی پہچان میں ایک ہو جائیں
کلسے والے انسانی اور دُنیاوی حکمت کی پیروی کر رہے تھے۔ رسول ان کو بناوٹی
عارضی اور بے اثر سے آگاہ کر کے اور مسیح کے اصلی، دائمی اور قدرت والی حکمت
پیش کرتا ہے۔ ۱: ۱۰ خدا کی مرضی کے علم کی معموری، روحانی حکمت اور سمجھ کا لازمی نتیجہ
اس آیت میں بتایا ہے (۱) چال چلن خداوند کے لائق بنتا ہے (۲) چال چلن خداوند
کو پسند آتا ہے (۳) ہر طرح کے نیک کام کا پھل لگتا ہے (۴) خُدا کی پہچان میں ترقی ہوتی
ہے۔

(۱) یہاں چال چلن اندرونی شخصیت اور صفت کا بیرونی اظہار ہے۔ چال چلن خداوند کے
لائق ہو تو ایسا جس کی مرضی، مزاج اور سیرت کے موافق ہو گا۔ خدا اس کو پسند
کرے گا۔ کیونکہ اس کی اپنی طبیعت کے موافق ہو گا۔ اور خدا اپنی طبیعت کو ناپسند نہیں
کر سکتا۔

(۲) مسیح ہمارا معیار ہے۔ ایمان دار اس کی صورت پر ڈھلتا ہے اور جب کامل
ہو جاتا ہے تو خداوند کو پسند آتا ہے جس نے مسیح کی بابت کہا تھا کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے
جس سے میں خوش ہوں۔ خدا کی خوشی اور پسندیگی صرف بیٹوں سے ہے ایسے بیٹوں سے

جو تابعدار ہوں۔ یعنی جن میں اس کی ازلی مرضی پوری ہوتی ہے۔ ایسے بیٹے پیارے بنتے ہیں۔ جب اس اکلوتے اور پہلوٹھے بیٹے کی شکل پر اور بیٹے بھی بنتے ہیں تو ایک تو یہ امر خدا کو پسند آتا ہے اور پھر اُن کی طبیعت اور مزاج اس کو پسند آتے ہیں۔ اس کے بیٹے کے ہم شکل بننا ہی اس کو پسند آتا ہے۔

(۳) کام بھی اندرونی سیرت کا بیرونی اظہار ہوتا ہے۔ ایمان دار کی اندرونی طبیعت مائل بظہور ہوتی ہے اس کے ظہور کو پھل کہا گیا۔ نیک کام کا پھل روحانی حکمت کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو حکمت اُوپر سے آتی ہے اوّل تو وہ پاک ہوتی ہے۔ پھر ملنسار۔ حلیم اور تربیت پذیر۔ رحم اور اچھے پھلوں سے لدی ہوئی۔ یعقوب ۳: ۱۷۔

(۴) جوں جوں ایمان دار میں مسیح صورت پکڑتا ہے اور وہ مسیح کی سیرت اعمال میں ظاہر کرتا ہے تو وہ گویا خدا کی عملی پہچان میں ترقی کرتا ہے۔ عام طور پر خدا کی پہچان یا علم الہٰی سے مراد نظری طریق پر خدا کی ذات اور صفات سے واقف ہونا۔ مگر رسول عام مفہوم سے الگ اور اونچا مفہوم بتاتا ہے وہ ہے خدا کی پاک اور کامل صفات کا ذاتی طریق پر عملی تجربہ حاصل کرنا۔

۱:۱

(۵) ایک اور نتیجہ بتایا ہے کہ ہر طرح کی نیکی ... سے توی ... جانا انسان ذاتی طور پر کمزور ہے ... خدا ... مجبور ... ہے ... کہ خود اپنے ارادے کو عمل میں نہیں لا سکتا۔ ... کمزور انسان کی ... کی حالت میں خدا اس پر رحم کرتا اور اس کو نئی قدرت اور قوت ... دینا ہے ... کا ... بے بس اور مجبور انسان کو ایسے ہی پیغام ہے۔ اس کا نام خوشخبری ہے ... انسان کو اس کی ذلت اور پستی سے اُٹھا کر آسمانی مقاموں تک پہنچاتا ہے اور ... بلند کرتا ہے۔ ایسے کہ ... ایمان ... میں الہٰی صفات آجاتی ہیں ... کامل ہو ... جاتا ہے۔ انسان میں وہی الہٰی تبدیلیں

آجاتی ہیں مگر انسان کی گنجائش اور سمائی کی حد تک۔ یعنی مقدار Quantity میں فرق ہوتا ہے۔

اس کے جلال کی قدرت کے موافق: ۔ جلال سے مراد ہے خدا کی کل کامل صفات کا مجموعہ اور ان کا ارتعاش۔

خدا کی محبت اور شانِ الوہیت دیکھیے کہ انسان کو ضعیف ایمان انسان کو قدرت عطا کرتا ہے۔ اور اس کی عطا ایسی نہیں ہوتی جیسی بھکاری کو بھیک دی جاتی ہے یعنی محض گلوخلاصی کی غرض سے اور دروازے پر سے بھگانے کی نیت سے بلکہ خدا کی عطا اور بخشش اس کے جلال کی قدرت کے موافق ہوتی ہے۔ سبحان اللہ۔ کون اس بخشش کا اندازہ کر سکتا ہے۔ اسے کہتے ہیں خدائی۔ اور اس کا نام ہے الہٰی بخشش۔

خدا کا جلال بے حد اور ناقابلِ برداشت ہے۔ اور قدرت کی نہ حد ہے نہ حساب۔ تو بھی خدا اس محدود الاستعداد انسان کو اس کی پستی اور ذلت کے اندازہ سے نہیں یعنی انسانی ناپ سے نہیں بلکہ اپنی الٰہی شان اور خدائی قدرت کے مطابق عطا کرتا ہے یعنی کم ظرف انسان کے ظرف کو بھی بڑھا دیتا ہے۔ بقول اقبال

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

اس کے بعد رسول نے ان منتوں کے نتیجے بیان کئے ہیں۔ یعنی (۱) تاکہ خوشی کے ساتھ ہر صورت سے صبر اور تحمل کر سکو (۱۱:۱) ۱: ۱۲ (۲) خدا باپ کا شکر کرتے رہو۔

خدا کی اوّل صفت جو ایماندار میں آتی ہے اور اس سے عملی طور پر ظاہر ہوتی ہے وہ ہے صبر اور تحمل۔

خدا کی آنکھ انسان کی سب شرارت دیکھتی ہے خدا اس کے ارادے پہچانتا اور اس کی گفتگو سنتا ہے مگر یہ سب کچھ ناپاک ہوتا ہے۔ اور پاک خدا کی مرضی اور طبیعت

کے خلاف ہوتا ہے۔ تو بھی خُدا صبر و تحمل کرتا ہے۔ انسان کو روزی دینا۔ عمر بخشنا اور توبہ کے موقعے عنایت کرتا ہے۔

خُدا کا صبر و تحمل اس کی قدوسیت اور پاکیزگی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے کمال کا نتیجہ ہے۔ اس کے کمال کے باعث اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ اس کے صبر کی مثال ہے کہ وہ گالی لیکر گالی نہ دیتا تھا۔ اور اس کے تحمل کی مثال یہ ہے کہ وہ باوجود انسان کی گنہگاری کے ہر روز سورج طلوع کرتا ہے۔ فصلوں کے موسم لاتا ہے۔ زمین کے معدنوں اور خزانوں سے انسان کی جھولی بھرتا ہے۔ اولاد کی نعمت سے متمتع کرتا ہے۔

تحمل کے لئے انگریزی لفظ Longsuffering بہت معنی خیز ہے۔ یعنی بے حد زمانہ تک برداشت کرتے رہنا۔ جس طرح خُدا کا تحمل مجبوری سے نہیں بلکہ خوشی سے ہے اسی طرح اس کے برگزیدوں کا تحمل خوشی سے ہے۔ انسان نے مجبوری کا نام صبر رکھ چھوڑا ہے۔

اکثر وہ انسان جو مسیح سے دُور ہیں اور صبر و تحمل کی الٰہی نعمت سے محروم ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر کسی نے ہمارا صبر دیکھنا ہو تو ہم کو چھیڑے نہ۔ اور اگر چھیڑ دے تو ہم سے بُرا کوئی نہیں۔ ایسا انسان انسان نہیں بچھو ہے۔ افعی ہے۔ کوبرا ہے۔ اس کے برعکس مسیح کے بندے ہیں کہ باوجودیکہ بدلہ لے سکتے اور نقصان پہنچا سکتے ہیں مگر صبر و تحمل اور درگزر کرتے ہیں بلکہ ہم دیکھاتے ہیں اور بدی کے عوض نیکی کرتے ہیں۔ بدی سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ نیکی سے بدی پر غالب آتے ہیں۔

۲. **اور خدا باپ کا شکر کرتے رہو۔** یعنی اپنی محتاجی اور مجبوری یاد رکھو۔ اور خدا کی قدرت اور بخشش کا اعتراف کرتے رہو۔

۱: ۱۲ جس نے ہم کو اس لائق کیا کہ نُور میں مقدسوں کے ساتھ حصہ پائیں۔

یہاں صاف لفظوں میں اصل بات کہہ دی ہے۔ کہ انسان تو ضعیف البنیان ہے۔ اور سہو

وخطا کا پتلا ہے۔ اور نہایت کمزور۔ مجبور اور بے بس ہے۔ مگر خدا اس کو لائق بناتا ہے۔ اور اس قدر لیاقت بخشتا ہے کہ مقدسوں کے ساتھ نور میں حصہ پاتا ہے۔

رسول بیان کرتا ہے کہ خدا انسان کو اس کی سفلی سطح سے اوپر اٹھاتا اور سربلند کرتا اور ابراہام جیسے برگزیدہ اور مقدس لوگوں میں شامل کرتا ہے اور ان کی نعمتوں میں شریک کر لیتا ہے۔

نور میں حصہ پائیں: ۔ لکھتا ہے کہ خدا اس نور میں رہتا ہے جس تک کسی فانی کا گزر نہیں۔ مگر خدا نور والا ایمان دار کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ اس نور میں داخل کئے جانے اور رہنے کے لائق ہو جاتا ہے یہاں نور سے مراد خدا کی خاص حضوری ہے۔ جو فانیوں اور گنہگاروں کی جائے رسائی سے دور۔ بلکہ وراء الوریٰ ہے۔ چنانچہ ایک اور جگہ رسول کہتا ہے کہ تم پہلے تاریکی تھے مگر اب خداوند میں نور ہو۔ پس نور کے فرزندوں کی مانند چلو۔ افسیوں ۵: ۸

یہ نور میراث ہے۔ جو خدا باپ سے اس کے یسوع میں پاک بیٹوں کو ملتی ہے۔ ۱: ۱۳،۱۲ بارھویں آیت کی تفسیر ہے۔ کہ اس نے ہم کو تاریکی کے قبضے سے چھڑا کر اپنے عزیز بیٹے کی بادشاہت میں داخل کیا۔ ایشیائی خیال تھا اور آجکل بھی ہے کہ مادہ کثیف ہے اور بدی کا منبع ہے اندھیرے کا سرچشمہ ہے۔ اور جب تک یہ مادی بدن موجود ہے انسان خواہ مخواہ بدی اور اندھیرے کی گرفت میں ہے اور مجبور ہے۔ مگر اس قدیم اور غلط عقیدہ کے مقابلہ میں اور عوض میں نیا صحیح اور حقیقی عقیدہ پیش کرتا ہے۔ اول یہ کہ انسان کو اسی زندگی میں اسی مادی بدن میں مسیح کے وسیلہ سے بدی اور اندھیرے سے خلاصی حاصل ہوتی ہے۔ نجات کی ضرورت اور نجات کا احساس زندہ کو ہے مردہ کو نہیں۔ اور یہ مادی بدن نجات یافتہ روح کا مسکن بن سکتا اور نجات کا عملی ثبوت دے سکتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ صرف یسوع مسیح میں ممکن ہے۔

رسول ایک حکمت کی بات سکھاتا ہے کہ گنہگار انسان اپنی برگشتگی اور بدسرشت کے اثر سے اندھیرے کو پسند اور اختیار کرتا ہے۔ مگر ہوتے ہوتے اندھیرا ایسے انسان پر قابض ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایسا انسان اس اندھیرے سے اپنی مرضی سے نکل نہیں سکتا۔
گنہگار مکڑی کی طرح بدی کا جال بُنتا ہے اور اس کا بنایا ہُوا جال اُسی پر چھا جاتا ہے اور گنہگار اس جال میں شکار کی طرح مجبُور ہو کر تڑپتا رہتا ہے۔ اور جال کے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے۔ اس مجبوری کی حالت اور اندھیرے سے اس کو صرف خداوند یسوع مسیح جو دُنیا کا نور ہے نکالتا ہے اور اپنے اس بیٹے کی بادشاہت میں داخل کرتا ہے جس سے وُہ خوش ہے۔ یُوحنّا نے جب پرانے عہد نامہ کی سرحد پر کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو نئے عہد کی طرف دعوت دی تو کہا۔ کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ اس کے بعد خداوند یسوع مسیح نے کبھی انسانوں کو یہی مشورہ دیا اور تاکید کی کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت قریب آگئی ہے۔ اور جب تک کوئی گنہگار نئے سرے سے پیدا نہ ہو وُہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔
نئی پیدائش یسوع مسیح کا کام ہے۔ وہ انسان کا دو اعتبار سے خالق ہے۔ اوّل اس طرح کہ سب کچھ اسی کے وسیلہ سے پیدا ہُوا۔ اور جو کچھ بنا اس میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو اس کے بغیر ہوئی ہو۔
انجیل یُوحنّا ۱: ۲-۳۔ دوسرے اس طرح کہ برگشتہ انسان کو مسیح نئی پیدائش دیکر پھر خُدا کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرنے کا موقع دیتا ہے اور ساتھ ہو کر اور نئی قوت عطا کر کے زندگی کی شاہراہ میں راہ۔ ہمراہ اور راہنما بن کر ساتھ دیتا ہے۔
چونکہ نوزاد انسان مسیح کے ساتھ اور مسیح میں فرمانبرداری کی زندگی بسر کرتا ہے وُہ ایک نئی دُنیا کا شہری بن جاتا ہے۔ اس نئی دُنیا کا بادشاہ مسیح ہے اور نوزاد اس کی رعیّت ہے۔ یہ نوزادے بالک ہیں اور بالکوں کے ردمی قاعدہ کے مطابق

اکلوتے اور پلوٹھے بیٹے کے ساتھ مالک کی زندگی میں ہی اس کے ساتھ برابر کے شریک اور وارث ہوتے ہیں۔ یعنی ہر نوزاد ایماندار مسیح بادشاہ کے ساتھ آسمان کی بادشاہت کا وارث ہے۔

اس بادشاہت کی راجدھانی وہ آسمانی یروشلیم ہے جس کا سورج یسوع مسیح ہے اور جس میں کسی چراغ کی یعنی سورج سے ادنیٰ روشنی کی ضرورت نہیں۔ وہاں رات نہیں ہوتی۔ مکاشفہ ۲۱: ۲۳-۲۵۔ بادشاہت میں تین چیزیں لازمی ہوتی ہیں۔ (۱) بادشاہ (۲) رعیت یعنی پرجا۔ اور (۳) قانون۔ راجا اور پرجا کے درمیان نسبت اور وجہ تعلق ہوتا ہے۔ آسمان کی بادشاہت میں یسوع مسیح راجا ہے۔ وہ خدا کا کلام ہے اور آسمانی بادشاہت کا دیدھان یعنی قانون ہے۔ وہ درمیانی ہے اور نوزاد انسان اس بادشاہت میں پرجا بھی ہیں اور راجہ یسوع کے ساتھ وارث بھی ہیں۔ کیسی خوبصورت اور انوکھی جمہوریت ہے۔ یہی کمال کو پہنچ رہی ہے۔ تمام تواریخ کا رُخ اس آسمانی یروشلیم کی طرف ہے۔ وہ انسان کی کل تواریخ کا مقصد اور منتہا ہے۔

۱: ۱۴ "اس میں ہم کو مخلصی یعنی گناہوں کی معافی حاصل ہے۔" اس آیت میں تفصیل مزید ہے۔

۱: ۱۳ میں لفظ چھڑا کر برتا ہے اور ۱: ۱۴ میں لفظ مخلصی استعمال کیا ہے۔ چھڑانا خداوند یسوع مسیح کا فعل ہے اور مخلصی اس فعل کا انسان پر اثر ہے۔ یعنی مسیح کی پاکیزگی اور قدرت کا اظہار ہے۔

مسیح یہ نہیں کہتا کہ یہ کرو۔ وہ نہ کرو۔ وہ انسان کو بناتا ہے اور تیار کر دیتا ہے۔

مگر آدم میں اپنے ان آنسوؤں کا ایک قطرہ جو لعزر کی قبر پر بہائے تھے ڈالتا

ہے۔ایک قطرہ اس پسینے کا جو گتسمنی میں گویا لہو کی بڑی بڑی بوندیں بن کر ٹپک رہا
تھا۔اور ایک قطرہ اس خون سے جو رومی سپاہی کے بھالے کی نوک کے ساتھ ہی صلیب
پر چڑھے ہوئے دل سے بہہ گیا تھا ملاتا ہے اور برگشتہ انسان کے گویا کھنڈروں سے
نیا انسان بناتا ہے۔جسے مقدس۔نوزاد۔برگزیدہ اور پالک کہا ہے بائبل نے۔

۱: ۱۵-۱۷

مسیح کی حقیقت

اِس سے پہلے مسیح کو لاثانی اور بے نظیر ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس کو نجات یا مخلصی یعنی گناہوں کی معافی کا سرچشمہ ثابت کیا گیا ہے۔ اب مسیح کی ذات کی سرفرازی دکھائی گئی ہے جو کہ انجیل یوحنا ۱:۱-۱۸ کے لگ بھگ ہے۔ رسول عام طور پر یہودی استدلال سے مسیح کو اس وگاث یعنی خدا کا کلام بتاتا ہے جو خدا کے کام میں خدا کا ذریعہ کار ہے اور خالق اور مخلوق کے درمیان درمیانی ہے۔ یعنی ازل سے ہے اور اپنی ذات میں غیر محدود تخلیقی قدرتیں اور نجات کی قدرت رکھتا ہے رسول کے نزدیک مسیح مرکز ہے کل نظام قدرت کا اور نجات کی تجویز کا۔ یہاں اس کے بغیر کسی اور ہستی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۱۔ "وہ اندیکھے خدا کی صورت ہے" (۱: ۱۵) مسیح کا خدا سے تعلق۔
۲۔ وہ تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے (۱: ۱۵) مسیح کا مخلوقات سے تعلق۔
۳۔ اسی میں ساری چیزیں پیدا کی گئیں (۱: ۱۶) مسیح کا تخلیق سے واسطہ۔
۴۔ ساری چیزیں اسی کے وسیلہ سے ہیں۔ (۱: ۱۶) مسیح اور پروردگاری
۵۔ ساری چیزیں اسی کے واسطے ہیں۔ (۱: ۱۶) مسیح اور کائنات کا مقصد۔
۶۔ وہ سب چیزوں سے پہلے ہے (۱: ۱۷) مسیح اور زمانہ۔
۷۔ اسی میں ساری چیزیں قائم رہتی ہیں۔ (۱: ۱۷) مسیح اور قیام اشیا

۱۔ مسیح کی حقیقت کیا ہے۔ خدا نادیدنی ہستی ہے اور ہمارے حواس کی زد سے باہر

ہے ۔ مگر ہم محدود انسان حواس کے غلام ہیں ۔ ہمارا علم حواس کا محتاج ہے ۔ اِسی لئے علم کو علم محسوسات کہا گیا ہے ۔ اب ایک عقلی عقدہ پیش ہوتا ہے ۔ یعنی خدا انسان کے حواس کی زد سے باہر ہے ۔ اور انسان ہے کہ سوا حواس کے اس کے پاس کچھ نہیں ۔ انسان خدا کا علم کس طرح حاصل کرے ۔ انسان خدا کی طرح بے حد نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا غیر دیدنی غیر محدود اور غیر محسوس خدا انسان کی کمزوری کی رعایت کرتا ہے اور اس کے حواس کی زد میں آتا ہے ۔ مگر حواس سے محدود نہیں ہوتا ۔ یعنی انسان ان وجودوں کا علم حواس کی مدد سے حاصل کرتا ہے ۔ جو مادی خواص یعنی جسم ۔ وزن رنگ اور شکل رکھتے ہیں ۔ پس خدا نے بھی جو کہ اُلٰی بظہور ہے اور ظہور کی صفت رکھتا ہے ۔ مادی خواص یعنی جسم ۔ وزن اور شکل اختیار کی ۔ تاکہ انسان کے حواس اپنی ذاتی استعداد سے اس کا علم حاصل کریں ۔ ایسی دیدنی شکل کو مسیح کہا گیا ہے ۔ مسیح نادیدنی خدا کی دیدنی شکل ہے ۔

ع میں ہوں ذرا سی آب جو تو ہے ایک بحر بیکراں

یا مجھے ہم کنار کر ۔ یا مجھے بے کنار کر

خدائے بے حد کی کل صفات کاملاً و مطلقاً ایک دیدنی مظہر میں ظہور پذیر ہوئیں اس مظہر کو مسیح کہا گیا ہے ۔ انسانی حواس نے اس پہ عمل کیا ۔ چنانچہ یوحنا رسول کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال ۔ انجیل یوحنا ۱: ۱۸ ۔ اسے ہم نے سُنا ۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہاتھوں سے چھوا ۔

(یوحنا کا پہلا عام خط ۱: ۱)

ع ۔ جمالِ خدا گر نہیں تم نے دیکھا مسیحا کو دیکھو وہی ہو بہو ہے ۔

کلسیوں ۱: ۱۵ ۔ مسیح اندیکھے خدا کی صورت ہے ۔

۲ کرنتھی ۴: ۴ ۔ مسیح خدا کی صورت ہے ۔

فلپیوں ۲: ۶-۷- یسوع مسیح خدا کی صورت پر تھا۔ اس نے خادم کی صورت اختیار کی۔
اس سے ظاہر ہے کہ خادم کی صورت اختیار کرنے سے پہلے مسیح کی زندگی موجود تھی۔ اسی زندگی اور طرزِ زندگی کو خدا کی صورت کہا گیا ہے۔

صورت کے لئے یونانی زبان کا لفظ مورفے MOPΦH ہے۔ یہ لفظ یونان کے فلسفہ کی اصطلاح تھی۔ افلاطون لفظ مورفے سے ذات اور ماہیت مراد لیتا تھا۔ ارسطو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ دنیا کی کل چیزوں کی تقسیم دو حصوں میں ہو سکتی ہے۔ (۱) ہیولا جو چیزوں کی صفتوں کا محل اور ظرف ہے۔ اور (۲) صورت جو کل صفتوں کا مجموعہ ہے۔

کلسیوں ۱: ۱۵ میں صورت کے لئے یونانی لفظ آئیکون Ikon ہے۔ اس کے معنی ہیں (۱) مشابہت (۲) عکس جیسے پانی میں سورج کا عکس (۳) سکہ پر بادشاہ کی صورت (۴) پتھر کے مجسمے اور مورتیاں (۵) بچے ماں باپ کے آئیکون ہیں۔

۲ "وہ تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے" زمانہ کے اعتبار سے مسیح مخلوقات پر سبقت رکھتا ہے۔ وہ قدیم ہے وہ ازلی ہے۔ اسی لئے وہ مخلوقات کی ایجاد کی علت ہے۔ وہ مخلوق نہیں۔ وہ مولود ہے جیسی مسیح سنت سے ہستی ہوئی ہے ظہور ہے مجسم ہے۔ مگر کائنات نیست سے ہے مسیح اپنی وجہ آپ ہے۔ مگر کائنات کی وجہ مسیح ہے وہ جواب ابد ہے پہلے باطن میں تھا۔ وہ جواب نظر آ رہا ہے۔ پہلے غیر دیدنی تھا۔ وہ جواب آشکارہ ہے۔ پہلے راز مخفی تھا مستور تھا۔ محجوب تھا۔ وہ پہلے بھی موجود تھا۔ وہ اب بھی موجود ہے۔ مگر مخلوقات پہلے موجود نہ تھی۔ اب موجود ہے۔ اور وقت آئے گا کہ موجود نہ ہوگی۔ حالانکہ مسیح جواب موجود ہے۔ اسی طرح تا ابد موجود رہیگا۔

جو تھا۔ اور جو ہے اور جو آنے والا ہے۔ مکاشفہ ۱: ۸ و ۴: ۹

وہ خدا کی خلقت کا مبدا ہے۔ مکاشفہ ۳: ۱۴

تو ہی نے ساری چیزیں پیدا کیں۔ اور وہ تیری ہی مرضی سے تھیں اور پیدا ہوئیں۔ مکاشفہ ۴: ۱۱۔

۳ ''اسی میں ساری چیزیں پیدا کی گئیں ''۔

۱۔ کائنات کی تمام چیزیں زمانے اور وجود کے اعتبار سے مسیح میں پیدا کی گئیں۔ یعنی چیزوں کی پیدائش اور وجود کی وجہ مسیح ہے۔ چیزوں کے زمانہ کی وجہ مسیح ہے۔ چیزوں کے قیام کی وجہ مسیح ہے۔ اس کے بغیر چیزیں غیر ممکن ہیں۔ وہ ہستی اور زندگی کا بیج ہے۔

۲۔ چونکہ مسیح کو مادی جسم ظہور اور تجسم کے واسطے اختیار کرنا تھا۔ اس نے مادہ اور مادی اجسام بنائے۔ لہٰذا مادہ مسیح کے واسطے ہے نہ کہ مسیح مادہ کے واسطے۔ مادہ مسیح سے ہے نہ کہ مسیح مادہ کے واسطے۔

۳۔ چیزیں صورت رکھتی ہیں۔ حجم اور وزن رکھتی ہیں۔ اول شکل مسیح کی ہے۔ وہ تمام شکلوں کا سانچہ ہے۔ اس کے حجم اور وزن سے چیزوں کا حجم اور وزن ہے۔

۴ ''ساری چیزیں اسی کے وسیلہ سے ہیں۔ یہ جملہ یا تنفیذ ط ۱ ع ۲ ۳ کا خلاصہ ہے۔ علت اول مسیح ہے۔ دُنیا کی چیزوں کا وجود مقصد اور رنگ و بو مسیح کے سبب سے ہے۔ مسیح سے کائنات میں حسن اور شادابی اور نظام اور حُسن ہے۔ فائلو یہودی فیلسوف اس کو اس طرح سمجھتا ہے کہ جیسے ایک کاریگر پتھر۔ چونے اور لکڑی کی عمارت بنانے سے پہلے ذہن میں خاکہ تیار کرتا ہے اور مادی عمارت اس ذہنی خاکہ کی محض نقل اور عکس ہوتی ہے اسی طرح مسیح اصل ہے اور کائنات اس اصل کی نقل اور عکس ہے۔ چنانچہ رسول نے کہا ہے کہ اصل چیزیں مسیح کی ہیں اور دُنیا کی چیزیں ان اصلی آسمانی چیزوں کی نقل اور سایہ ہیں۔ کلسیوں ۲: ۱۷۔ سب چیزوں کا ذریعہ اور سہارا وہی ہے۔

۵ ''ساری چیزیں اسی کے واسطے ہیں'' کائنات کی علت غائی مسیح ہے۔ وہ ہر چیز کی ہستی اور وجود کا مقصد اور منبع ہے۔ وہ ہر چیز کے قیام کی وجہ ہے اور وہ ہر چیز میں موجود ہے۔ سب چیزیں اس کے ظہور اور جلال اور بزرگی کے لئے ہیں۔ کل چیزوں کا اصل مقصد مسیح کا جلال ہے۔ ورنہ ان کی ضرورت نہیں۔ مسیح پانی پر چلا۔ مسیح نے ہوا کو ڈانٹا۔ مسیح نے موت کے منہ سے مُردے چھڑا لئے۔

مسیح نے درختوں کو ملامت کی۔ مسیح نے مچھلی کے منہ سے سکّہ لیا۔ مسیح نے خوراک بڑھادی۔ مسیح بند بند دروازوں میں سے نکل گیا۔ مسیح بادلوں پر سوار ہو گیا۔ اور اب مسیح جو ہر گھڑی اور ہر جگہ موجود ہے یعنی زمان و مکان میں ان کی وجہ اور سہارا بن کر موجود ہے اور وہ سب چیزوں کا وارث ہے۔ اسی کے وسیلہ سے خدا نے عالم پیدا کئے۔ وہ اس کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔ عبرانیوں ۱:۳۔ دُنیا کی چیزوں کی قدر و قیمت مسیح ہی جانتا ہے۔ وہ چیزوں میں رنگ و بو ہے۔ غرضیکہ سب چیزیں اس کے جلال اور ظہور اور قدرت ظاہر کرنے کے وسیلے ہیں۔ وہ سب کے اُوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔ افسیوں ۴:۶

۶۔ "وہ سب چیزوں سے پہلے ہے۔" مسیح قدیم ہے مگر کائنات حادث ہے یعنی زمانے کی حد میں ہے۔ اسی لئے مسیح سب چیزوں کو محیط کئے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ مسیح کا وجود سب چیزوں سے پہلے ہے۔ مسیح کی زندگی سب زندگیوں سے پہلے ہے۔ مسیح کا نور سب نوروں سے پہلے ہے۔ مسیح کا بپتسمہ سب بپتسموں سے پہلے ہے یہاں تک کہ اگر مسیح کا بپتسمہ نہ ہوتا تو ہمارے بپتسموں میں مطلب یا اثر نہ ہوتا۔ مسیح پر روح کی معموری سب سے پہلے ہے۔ اگر اس میں معموری نہ ہوتی تو ہم روح سے بے بہرہ رہتے۔ مسیح کی موت سب سے اوّل ہے اگر مسیح موت قبول نہ کرتا تو ہماری موت فنا کا حکم اور درجہ رکھتی۔ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھنے میں اوّل ہے۔ اگر وہ نہ جی اُٹھتا تو ہم فنا ہو گئے ہوتے اور موت کے بعد زندگی کی نا اُمیدی ہی نصیب ہوتی۔ مسیح کا درجہ اوّل ہے۔ مسیح سب چیزوں کے زمانے کی وجہ ہے۔ اور مسیح سب چیزوں کے ابتدا اور مقصد کی وجہ ہے۔

۷۔ "اسی میں ساری چیزیں قائم رہتی ہیں۔" سب چیزوں کا قیام اور ثبات مسیح کے سبب ہے چونکہ سب چیزیں تغیر پذیر ہوتی ہیں۔ وہ سب چیزوں کا محافظ ہے۔ اور پرورش کرنے والا ہے۔ مادی دُنیا میں اس کی مثال ہوا اور سورج ہیں۔ ہوا اور سورج زمین سے اُگنے والی

سب چیزوں کو۔ سب پرندوں کو اور سب حیوانوں اور انسانوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور ان کی زندگی کا اور ان کے قائم رہنے کا سبب ہیں۔ ان کی مثال سے ہم مسیح کا تعلق چیزوں کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ زمین کی سب چیزیں زمین پر قائم ہیں اور آسمانی چیزیں یعنی سورج۔ چاند ستارے بادل ہوا وغیرہ آسمان یا آکاش میں قائم ہیں۔ مگر زمین اور آسمان خود مسیح کی قدرت کے کلام سے قائم ہیں۔ عبرانیوں ۱: ۳

دُنیا کے نظام کا مرکز مسیح ہے۔ اس کی قدرت اور حکمت سے سب کچھ قائم ہے۔ کائنات کسی حادثہ سے اتفاقیہ وجود میں نہیں آئی۔ جو چیز اتفاقیہ وجود میں آتی ہے وُہ اتفاقیہ نیست و نابود بھی ہو جاتی ہے۔ محض شکتی یا قوت بھی وجودوں کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ وجودوں کے قیام اور ثبات کے واسطے عقل وحکمت یعنی تدبیر اور سامادہ اور علم اور احساس یعنی شخصیت کی ضرورت ہے۔ اور سب سے اول عقل وحکمت اور شخصیت مسیح کی ہے۔ اس کے بغیر حکمت اور شخصیت کا تصور محال ہے۔ غرضیکہ اس کائنات کی نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی کل چیزوں اور وجودوں کے موجود ہونے یعنی وجود میں آنے کی وجہ مسیح ہے۔ ان کی ہستی اور زندگی کی وجہ مسیح ہے اور ان کے قائم رہنے کی وجہ مسیح ہے۔ مسیح سب میں سب کچھ ہے۔ وُہ زندگی بھی ہے اور زندگی کا نور بھی ہے۔ وُہ زندگی اور قیام کا اصول ہے اور کائنات کا مقصد۔ مرکز اور مسکن ہے۔ وہ اصل ہے اور باقی سب کچھ اس اصل اور حقیقی کی نمایش ہے۔

ء مسیحا نہ ہوتا خدائی نہ ہوتی۔ خدا نے خدائی دکھائی نہ ہوتی۔

فرشتوں کو وہ درجہ حاصل نہیں جو مسیح درمیانی کو حاصل ہے۔ فرشتے مخلوق اور محکوم ہستیاں ہیں۔ ان کے وجود اور قیام کا سبب مسیح ہے۔ وہ فرشتوں کا بھی سجود ہے۔ عبرانیوں ۱: ۵-۶ فرشتے خادم ہیں جو نجات یافتہ ایماندار دوں کی خدمت کرتے ہیں۔ مسیح نجات کا بانی اور نجاتیوں کا خداوند ہے۔ فرشتے ملک ہیں۔ مسیح مالک ہے۔ فرشتے ارواح ہیں مسیح ابن اللہ

فرشتوں کے تو ایسے ہی دیوتا تھے۔ مگر یہ عقلی اُستاد یہ تعلیم دیتے تھے کہ جس طرح مطلق العنان بادشاہ کے ماتحت وائسرائے۔ کمشنر۔ نواب۔ راجے وغیرہ ماتحت افسر ہوتے ہیں جو کاروبار چلاتے ہیں۔ اسی طرح خُدا کا انتظام ہے۔ وہ فرشتوں کی معرفت دُنیا کا انتظام کرتا ہے۔ ایسے فرشتوں کے پانچ بڑے ذمہ دار عہدے ہیں۔ یعنی (۱) تخت (۲) ریاستیں (۳) حکومتیں (۴) اختیارات۔ ۱:۱۶۔ اور (۵) قدرتیں۔ ا کرنتھی ۱۵: ۲۴ و رومی ۸: ۲۹

۱: ۱۸-۲۳

نئی زندگی میں مسیح کا مرتبہ اور منصب

۱۔ "وہی بدن یعنی کلیسیا کا سر ہے" ۱: ۱۸

مسیح تمام مادی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اور کُل زندہ وجودوں کا موجد اور منبع ہے۔ مگر اب یہاں طبیعیات سے مابعد الطبیعیات کی طرف بڑھتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہی مسیح جو مادی دُنیا کے وجود اور قیام کی وجہ ہے۔ وہی نئی دُنیا میں زندگی اور قیام کی وجہ اور علت ہے۔ یہ نئی زندگی کلیسیا میں ہو کر کام کرتی ہے۔ مسیح دُوسرا آدم ہے۔ پہلے آدم سے پہلی نوع چلائی جو بگڑ گئی۔ اب دوسرا آدم دوسری یعنی نئی نوع چلاتا ہے۔ مسیح کے وسیلہ صرف انسانی ذات بلکہ کل مخلوقات زندگی کے نئے دور میں داخل ہوتی ہے۔ کلیسیا اس نئے دور کا مرکز ہے جس سے پہلا دور بدل کر کام شروع ہوتا ہے۔ پہلے کرنتھیوں اور افسیوں کے خط میں رسول کلیسیا کو بدن کی تشبیہ پیش کرتا اور سمجھاتا ہے۔ یہاں مسیح کو اس بدن سے بڑھ کر بتاتا ہے۔ رسول بتاتا ہے کہ گو بدن میں چھوٹے بڑے رنگوں کے اعضا جدا جدا ہوتے ہیں تاہم ان تمام میں ایک ہی زندگی کام کرتی ہے۔ اس زندگی سے بدن میں وحدت پیدا ہوتی اور قائم رہتی ہے۔ اسی طرح کلیسیا ایک عالمگیر وحدت جس میں ہر ملک۔ ہر آب و ہوا۔ ہر بولی۔ ہر رنگ۔ اور ہر لیاقت اور مزاج کے انسان آتے ہیں۔ مگر اس رنگا رنگی میں مسیح وحدت قائم کرتا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا بھید ہے۔ کلیسیا گویا مُردوں میں سے جی اُٹھے ہوئے

مسیح کا مادی ظہور ہے۔ مسیح گویا کلیسیا میں یعنی مقدسوں کی شراکت میں مجسم ہے۔ پرانے عہدنامہ میں یروشلیم کی ہیکل برگزیدہ قوم کا قبلہ اور کعبہ تھی۔ مگر نئے عہد میں یسوع مسیح ایمانداروں کا قبلہ و کعبہ ہے۔ وہ سر کی طرح کل بدن کی زندگی، شعور، حرکت اور ترقی کا ضامن اور ذمہ دار ہے۔

۲۔ وہی مبدا ہے۔ ۱: ۱۸

کلیسیا کی بنیاد مسیح ہے۔ جب پطرس نے کہا کہ تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے تو مسیح نے کہا کہ میں اس پتھر پر کلیسیا کی بنیاد رکھونگا۔ اور موت اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آ سکیں گے۔ پطرس کے معنی بھی پتھر ہیں۔ مگر پطرس بنیادی پتھر نہیں بلکہ کونے کا ایک پتھر ہے۔ مسیح ہے کونے کے سرے کا پتھر۔ جو بہتوں کے گرنے اور سنبھلنے کا موجب ہے۔ وہ ایمان کا بانی اور کامل کرنے والا ہے۔ (عبرانیوں ۱۲: ۲) اور ہمارے عقائدنامہ میں مرکزی رکن کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے اور یہی ہے کلیسیا کی تعمیر اور تزئین کا پتھر۔ جس کا یہ ایمان ہے کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے وہ خدا میں رہتا ہے اور خدا اس میں۔ ۱ یوحنا ۴: ۱۵۔ اس اقرار سے کلیسیا وجود میں آتی ہے اور اسی سے بڑھتی ہے۔

ہر زندہ بیج کو اور درخت کو اپنی نشوونما میں بیرونی قوتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً مٹی، پانی، نور اور حرارت وغیرہ جو اگنے اور نشوونما پانے میں مددگار ہوتے ہیں۔ مگر مسیح زندگی کا ایسا بیج ہے جو کسی قسم کی امداد کی احتیاج نہیں رکھتا۔ اگنے، بڑھنے اور پھولنے اور پھل لانے کی تمام صلاحیت اس کی واحد ذات میں موجود ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور کلیسیا کا درخت مسیح کے سوا کسی بیرونی اور خارجی امداد کا محتاج نہیں۔ کیونکہ مسیح اس کا مبدا ہے

۳۔ مسیح مُردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا ہے۔ ۱: ۱۸

اعمال ۲۶: ۲۳۔ سب سے پہلے مسیح مُردوں میں سے زندہ ہو کر نور کا اشتہار دے گا۔

مکاشفہ ۱: ۵۔ یسوع مسیح مُردوں میں سے جی اٹھنے والوں میں پہلوٹھا ہے۔

زبور ۸۹: ۲۷ - مَیں اس کو اپنا پلوٹھا بناؤں گا۔

وُہ زندگی جو مسیح سے صادر ہوتی ہے جاوداں ہے یہاں تک کہ موت جس کو انسانی اعتبار سے زندگی پر غلبہ حاصل ہے مسیح کی زندگی کے سامنے بے اثر ہے۔ مسیح نے کہا کہ باپ مجھ سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ مَیں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھر لے لوں۔ کوئی اسے مجھ سے نہیں چھینتا۔ انجیل یوحنا ۱۰: ۱۷

کلیسیا جس کا سر مسیح ہے اس کی بابت بھی مسیح نے یہی کہا کہ مَیں ان کو ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں۔ وُہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گے اور کوئی اِنہیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لیگا۔ انجیل یوحنا ۱۰: ۲۸

مسیح پر ایمان لانے اور نئی پیدائش پانے سے روحانی موت پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ اور روحانی موت پر فتح پانے سے جسمانی موت پر بھی فتح حاصل ہوتی ہے۔ اب ایمانداروں پر جسمانی موت آتی ہے مگر خداوند یسوع مسیح نے موت کے قبضے سے نکل کر اسکو بے اثر کر دیا ہے اور ایمانداروں کیلئے اس کا عمل اور تاثیر بدل دیا ہے۔ یہ موت ایماندار کی روح کو جسم کے بندھن سے آزاد کر کے خداوند سے ملا دیتی ہے۔ وہ روح زندگی میں بھی خداوند سے ملاپ رکھتی تھی۔ مگر موت سے ملاپ مکمل ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ مسیح خداوند کی حکمت اور قدرت دیکھئے۔ واقعی وہ خالق اور مالک ہے وہ تاثیریں بدل ڈالتا ہے اور تقدیریں بنا دیتا ہے۔

مسیح میں ایماندار کو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور کثرت کی زندگی بھی میسر ہوتی ہے یعنی زندگی میں رفعت آتی ہے اور وسعت بھی آتی ہے۔ ایماندار کا جب خدا سے تعلق صحیح اور مکمل ہو جاتا ہے تو اس حالت اور اس کے اثر کو ہمیشہ کی زندگی کہا گیا ہے اور جب اس مکمل تعلق کے باعث ایماندار کے تعلقات ہم جنسوں سے صحیح اور مکمل ہو جاتے ہیں تو اس حالت اور اس کے اثر کو کثرت کی زندگی کہتے ہیں۔

موجودہ زندگی کے قیام اور ثبات کے واسطے انسان خوراک۔ پوشاک۔ ہوا۔ دوا

اور مقویات کا محتاج رہتا ہے۔ اگر ان کا استعمال نہ کرے تو زندگی سے جلد ہاتھ دھو بیٹھے۔ مگر کامل زندگی میں ان سہاروں کا محتاج نہ رہے گا۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کو بھوک لگے گی نہ پیاس اور نہ کبھی دھوپ ستائے گی نہ گرمی۔ ۔ ۔ ۔ اور خدا ان کی آنکھوں سے سب آنسو پونچھ دیگا۔ مکاشفہ ۷: ۱۶-۱۷۔ زندگی کی مخالف اور موت کی معاون تاثیریں جاتی رہینگی۔

مکاشفہ ۲۱: ۴ - اس کے بعد موت نہ رہے گی۔ نہ ماتم۔ نہ آہ و نالہ اس زندگی میں ایماندار سے خطائیں سرزد ہوتی ہیں۔ مگر دائمی زندگی میں وہ کامل یعنی بے خطا ہوگا۔ یعنی اس کی اندرونی اور بیرونی قوتیں اپنے کمال کو پہنچ جائینگی۔ ان میں نقص اور انحطاط نہ رہے گا۔

۱: ۱۸ - مسیح پلوٹھا ہے۔

مسیح خداوند خدا کا اکلوتا بیٹا ہے۔ مولود ہونے کے اعتبار سے وہ ابن وحید ہے Monogenese اور ایماندار لے پالک بیٹے ہیں۔ اگر اکلوتا نہ ہو تو لے پالک بھی نہیں ہو سکتے۔ فرزندیت ہی میں اکلوتے اور لے پالک کی امتیازی صفت پیدا ہوتی ہے۔ لے پالکوں کو مسیح پر ایمان لانے کے سبب تبنّی کا مرتبہ ملتا ہے۔ اس طرح مسیح پلوٹھا ہے۔ اس کی جنس کا کوئی اور بیٹا نہیں۔ وہ مانوگنیس یعنی واحد جنس ہے۔ مسیح اکلوتا بھی ہے۔ اور پلوٹھا بھی ہے۔ خدا کی حکمت انسان کی عقل سے پرے ہے۔

تاکہ سب باتوں میں مسیح کا درجہ اوّل ہو۔ ۱: ۱۸

۱: ۱۵ میں دکھایا گیا ہے کہ یسوع مسیح کا مرتبہ کل مخلوقات سے اوّل ہے تاہم وہ مخلوق نہیں۔ مولود ہے اور تخلیق کا موجب اور علت غائی ہے۔ اس آیت میں دکھایا گیا ہے کہ مردوں میں سے جی اٹھنے یعنی موت پر غلبہ اور فتح پانے کے باعث نئی پیدائش یعنی کلیسیا میں اس کا درجہ اوّل ہے۔ مثلاً (۱) تبنّی۔ افسیوں ۱: ۵

یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم لے پالک بیٹے ہیں۔ گلتیوں ۳: ۲۶۔ تم اس ایمان سے جو مسیح یسوع پر ہے خدا کے فرزند ہو۔

(۲) بپتسمہ۔ جب مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تو بجا طور پر بپتسمہ دینے سے انکار کیا تھا۔ تاہم خود اصرار سے بپتسمہ لیا یوحنا سے۔ یوحنا کا بپتسمہ توبہ کا بپتسمہ تھا۔ مسیح نے گنہگاروں کا ضامن بنکر ان کا نمائندہ ہو کر بپتسمہ لیا تھا۔ گویا ہر ایمان دار اس توبہ کے بپتسمہ میں شریک تھا اس وقت۔ مگر اس بپتسمہ میں مسیح کا درجہ اوّل ہے۔ اگر مسیح بپتسمہ نہ لیتا تو آج ہمارے کل بپتسمے بے معنی اور بے اثر ہوتے۔

گلتیوں ۳: ۲۷۔ تم سب نے یسوع مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا ہے۔ یعنی یردن والے بپتسمہ کے مقصد میں شریک ہوئے ہو۔

کلسیوں ۲: ۱۲۔ تم مسیح کے ساتھ بپتسمہ میں دفن ہوئے۔ یعنی بپتسمہ تو لیا مسیح نے مگر کام ہمارا بن گیا۔

۳۔ تقدیس۔ یوحنا ۱۷: ۱۹ میں ان کی خاطر اپنی تقدیس کرتا ہوں ہم مسیح میں مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اور کسی میں نہیں۔ کیونکہ یہ منصب اور مرتبہ کسی کو نہیں دیا گیا۔

۴۔ موت۔ رومیوں ۶: ۸۔ ہم مسیح کے ساتھ مر گئے۔

کلسیوں ۲: ۲۰۔ تم مسیح کے ساتھ مر گئے۔

اگر خداوند موت کا مزہ نہ چکھتا تو ہماری موت فنا کا حکم رکھتی۔ مگر مسیح کی موت نے ہماری موت کو زندگی میں بدل دیا ہے۔ کیونکہ ہم اس میں مر چکے اور پھر زندہ ہو چکے ہیں۔ اب موت کا ہم پر اختیار نہیں۔ اثر ہے۔ مگر عارضی اور نمائشی۔

۵۔ زندگی۔ کلسیوں ۲: ۱۲۔ خدا نے تم کو مسیح کے ساتھ زندہ کیا۔ یعنی سب ایماندار مسیح کے ساتھ زندہ ہو چکے ہیں۔ مسیح خداوند کا زندہ ہونا کل انسانی ذات کے زندہ ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ ایمان دار ایمان کی شرط سے اس کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں

یعنی اس کی زندگی میں شریک ہوتے ہیں۔
افسیوں ۲: ۵
اکرنتی ۱۵: ۲۲
یوحنا ۱۴: ۱۹ کیونکہ میں جیتا ہوں تم بھی جیتے رہوگے۔
۶۔ صعود۔ یوحنا ۱۴: ۱۔ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ افسی ۲: ۶
ہم کو مسیح کے ساتھ آسمانی مقاموں پر بٹھایا۔
۷۔ محبت۔ ایوحنا ۴: ۱۹۔ ہم نے محبت کو اس سے جانا کہ پہلے اس نے ہم سے محبت کی۔
۸۔ خدمت۔ فلپیوں ۲: ۷۔ اس نے خادم کی صورت اختیار کی اور شاگردوں
کے پاؤں دھوئے۔ یوحنا ۱۵: ۵
۹۔ ہمیشہ کی زندگی۔ ایوحنا ۵: ۱۱-۱۲۔ خدا نے ہم کو ہمیشہ کی زندگی بخشی ہے۔
اور یہ زندگی اس کے بیٹے میں ہے۔ جس کے پاس بیٹا ہے اس کے پاس زندگی ہے۔
دُنیا کی تمام مصنوعی روشنیاں اور کل تپش اور حرارت سورج کے وجود سے
ہے۔ اسی طرح کلیسیا میں زندگی اور کشش یسوع مسیح سے ہے۔ اب ہر رسم اور
مذہبی فرض میں فضل اور نجات کا اثر اس لئے بھید سے موجود ہے کہ پہلے خود یسوع
مسیح نے ان کو استعمال کیا۔
کلسیوں ۱: ۱۹ کیونکہ باپ کو پسند آیا کہ ساری معموری اس میں سکونت کرے۔
"سکونت کرے"۔ اس سے ثابت ہے کہ یسوع کا بدن عارضی طریق پر تھا۔ سے ضرور
وہ بدن جسے خیمہ کہا گیا ہے ترک کرنا تھا۔
"باپ کو پسند آیا"۔ انسان کی نجات خدا باپ کی خوشنودی ہے۔ اسی لئے جب
خداوند نے نوع انسان کا ضامن بنکر توبہ کا بپتسمہ لیا تو روح القدس نازل ہوا۔
اور آسمان یعنی تختِ عدالت سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اس سے

مَیں خوش ہوں۔ یعنی یسوع کی قربانی خدا باپ کی مرضی کے عین مطابق ہے۔

"ساری معموری"۔ یونانی متن میں معموری کے لئے لفظ Plaj romo پلیرومہ آیا ہے۔ اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) تتمہ - جہاں کسر ہو۔ وہاں کچھ ڈال کر کسر پوری کرنا۔ مرقس ۲ : ۲۰ میں یہی لفظ پیوند کے معنوں میں آیا ہے۔

(۲) مجموعہ - میزان کُل۔ خداوند یسوع مسیح کا بدن یا اس کی انسانیت خدائے قادر کی اُلوہیت کا ظرف تھی۔ اس میں دو باتیں قابلِ غور ہیں (۱) کیا انسانیت الوہیت کا معقول ظرف ہو سکتی ہے (۲) کیا انسانی ظرف میں الوہیت کا کمال تمام و کمال سما سکتا ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے۔

۱۔ خداوند یسوع مسیح کی انسانیت کامل تھی۔ اس میں انسانیت کے کل اوصاف کامل طور پر موجود تھے۔ دل۔ دماغ۔ بدن اور روح کی قوتیں کامل تھیں۔ ان میں کسر نہ تھی (۲) مسیح انسان ہونے کے اعتبار سے کل انسانیت کا مرقع تھا۔ وہ آدم ثانی تھا۔ لہٰذا اکمل پاکیزہ۔ برگزیدہ اور مقدس ایماندار اس میں بالقوہ موجود تھے وہ انسان کا تیار کیا ہُوا ظرف نہ تھا۔ اگر اسے انسان تیار کرتا تو ممکن تھا کہ انسان الوہیت کے کمال اور بے انتہا کا اندازہ کرنے میں غلطی کرتا۔ اور اس کا تیار کیا ہُوا ظرف الوہیت کے لئے قدر و قیمت اور قد اور جسامت کے اعتبار سے کافی نہ ہوتا۔ مگر وہ ظرف تو خُدا نے خود تیار کیا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ دیکھ تو نے میرے لئے ایک بدن تیار کیا ہے (زبور ۴۰ : ۶) پس وہی الوہیت کی معموری کیلئے موزوں تھا۔ اسی ظرف کی بابت آیا ہے کہ وہ فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال (یوحنا ۱ : ۱۴) یعنی اس میں فضل اور حق کا کمال تھا۔ اس میں سب چیزوں کا

مجموعہ ہے۔ (افسیوں ۱:۲۳)

ناستک کہتے تھے کہ الٰہی نیچر میں مختلف قدرتیں ہیں۔ ایک قدرت سے دُوسری پیدا ہوتی ہے اور یوں ایک مجموعہ بنکر کامل نیچر کی شکل بنتی ہے۔ یعنی الٰہی کمال میں تدریج ہے۔ مگر رسول بیان کرتا ہے کہ اس کی کاملیت اور کمالیت میں درجے نہیں۔ وہ ترقی پسند نہیں۔ کامل ہے اور کمال اس سے صادر ہوتا اور ایمان داروں کو بھی ان کے ظرف کے مطابق مُہیا ہوتا ہے۔ اِس میں کمال کا میزان کُل ہے۔ اِس میں انسانیت کا کمال موجود ہے اور اسی میں الٰہی ذات اور صفات کا کمال ہے وُہ خود سب چیزوں کا معمور کرنیوالا ہے۔ ہر شے میں اسی کا جلوہ اور ظہور اور نور ہے۔ اس کے بغیر چیزیں بے جان بے اثر اور بے عمل ہیں۔ کائنات کی رچنا اور رونق اسی سے ہے۔ گنہگار کی نجات کسی ادھورے انتظام سے نہیں بلکہ کامل بند وبست سے ہے۔

۱:۲۰۔ اور اس کے خون کے سبب جو صلیب پر بہا صلح کر کے سب چیزوں کا اس کے وسیلے اپنے ساتھ میل کرلے۔ خواہ وہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی۔

انسانوں میں باہمی فساد اور دُکھ ہے۔ دُکھ کی وجہ انسانوں کے مزاج کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ وُہ فتور ہے جو انسان کی طبیعت اور دماغ میں ہے۔ اس فتور اور انتشار کی وجہ وُہ بگاڑ ہے جو خدا کی اور انسان کی نیچر میں ہے اور اس بگاڑ اور ناموافقت کا سبب گناہ ہے جو اصول کے طور پر انسان کی ذات میں ہے۔ اسی کے باعث خدا اور انسان کے درمیان بگاڑ ہے۔ انسان اور انسان کے درمیان بگاڑ ہے اور انسان اور حیوان کے درمیان بگاڑ ہے۔

انسان کا گناہ یہ ہے۔ کہ وُہ خُدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کا اصول انسان کی نیچر میں موجود ہے۔

یہ بگاڑ اس طرح دُور ہوسکتا ہے اور خدا اور انسان کا اس طرح میل ممکن

ہے کہ (۱) انسان سچی توبہ کرے اور (۲) انسان کی نیچر بدل جائے یعنی نافرمانی اور اختلاف کا اُصول انسان کی نیچر سے جاتا رہے۔

انسان لفظی توبہ کر سکتا ہے۔ یعنی گناہوں کا اقرار کر کے گناہ کو چھوڑنے اور نیکی اختیار کرنے کا عہد کر سکتا ہے۔ مگر اپنی سرشت نہیں بدل سکتا۔ اپنی سرشت دُور کرنا ناممکن ہے اور دُوسری سرشت پیدا کرنا محال مطلق ہے۔ یعنی گناہ چھوڑنا اور نیکی اختیار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ انسان ارادہ کر سکتا ہے مگر عمل کی طاقت اس میں ہے نہیں۔ کلام میں لکھا ہے کہ حبشی اپنے چمڑے کو یا چیتا اپنے داغوں کو بدل سکے تو تم بھی جو بدی کے عادی ہو نیکی کر سکو گے (یرمیاہ ۱۳ : ۲۳) انسان کی بے بسی اور بیکسی کی حالت میں یسوع راستباز (۱یوحنا ۲) اس کے کام آیا۔ دُنیا کی کل قومیں اس کی میراث ہیں۔ لہٰذا کل انسانوں کی مدد کرنے کا اس کو حق حاصل ہے اور کسی کو یہ حق نہیں اور نہ کسی میں یہ قُدرت ہے۔ چنانچہ اس نے انسان کی خاطر توبہ کا بپتسمہ لیا۔ اور گنہگار کا ضامن بن گیا۔ ضامن بننے کے سبب گنہگار انسان اس کے زیادہ بلکہ بہت ہی قریب ہو گیا۔ گنہگار انسان میں اور اس کے راستباز ضامن میں نزدیکی ہو گئی۔ جس طرح راستباز یسوع گنہگار انسان کے گناہ میں شریک اور اس کا ذمہ دار بن گیا۔ اسی طرح گنہگار انسان کو اس نے اپنی راستبازی بخشی اور اپنے اس میں ملاپ میں بلکہ فرزندیت کے حقوق میں شریک ہونے کی دعوت دی جو یسوع راستباز کو خُدا کے ساتھ حاصل ہے۔ اس کے ساتھ اس کو نئی پیدائش دیکر اس کی نیچر بدلنے کا بندوبست کر دیا۔ اور ضمانت کی رعایت سے گنہگار سے اس قدر نزدیکی برتی کہ اس کو اپنی طبیعت پر مطبوع کر لیا۔ اسے اپنا مزاج دیا۔ اسے اپنے تعلقات میں شریک کیا۔ رازدار بنایا۔ اور اس سے کچھ بھی دریغ نہ کیا۔ اور اپنی وفاداری اور بے تبدیل نیچر کے بل پر اپنے گنہگار دوست کا صلیب تک بلکہ موت تک ساتھ دیا اور لہُو سے

ضمانت کی تکمیل اور تعمیل پر مُہر کر دی۔ اب خُدا اور خداوند یسوع مسیح کے قریبی پاک اور کامل تعلقات میں مسیح کی ضمانت کے باعث انسان اور اس کے تعلقات کی بھی خدا سے صلح ہو گئی۔ اِسی صلح کے نتیجہ میں پاک روح نازل ہُوا۔ جو آج کُل دنیا میں کام کر رہا ہے اور انسانوں کے دل پر جنبش کر کے نیا بنا نا چاہتا ہے۔ انسانوں کو خدا کے قریب اور انسان کو انسان کے قریب لا رہا ہے۔ قدرت کی طاقتیں اور چھپی ہوئی دولت انسان کے قبضہ اور استعمال میں آ رہی ہے۔ اور یوں اس خون کے سبب جو صلیب پر بہا سب چیزوں سے میل اور انسان سے صلح ہو رہی ہے۔ جس کا چرچا اور پرچار مغفور انسان دو ہزار سال سے کر رہے ہیں مسیح درمیانی بنکر صلح کرا رہا ہے۔ خدا اور انسان کی صلح سے انسانوں کی باہمی صلح نِکل رہی ہے اور اس کا آگے نتیجہ یہ ہے۔ کہ انسان اور حیوان کی نیچ کا اختلاف جا رہا ہے۔ دانی ایل شیروں میں رہ سکتا اور رسدرگ میسک۔ عبدنجو آگ میں۔

زمین والوں پر آسمان کے بھید کھُل رہے اور آسمان والے زمین والوں سے دوستی اور شفقت برت رہے ہیں۔ دُنیا کی صورت بدل رہی ہے۔ انتشار۔ بدنظمی اور جنگ دھدل کے باوجود اندر ہی اندر انسان کے دل میں ہر رگ اپنی موجودہ حالات سے بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ جنگ کے خلاف آواز اُٹھ رہی ہے۔ انسانوں کے درمیان سے مصنوعی حدبندیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ انسان کی پوشیدہ استعدادیں ظاہر ہو کر میدانِ عمل میں آ رہی ہیں۔ انسان آزاد ہو رہا ہے۔ انفرادیت Individualism کا دور ہے۔ قدیم اور صدیوں کے پرانے رواج اور ستیاناکو چھوٹا جا رہا ہے الحمدللہ۔

انسیوں ۲: ۱۴۔ مسیح ہماری صلح ہے۔

۱: ۲۱ ”مسیح کی موت کی وجہ اور موت کا اثر“

اور اب اس کے جسمانی بدن میں موت کے وسیلے سے تمہارا بھی میل کر لیا۔

دل موت تو دائمی جدائی پیدا کرتی ہے پھر موت سے میل کیس طرح ہو گیا۔ جسمانی بدن سے یہاں رسول مادہ مراد نہیں لیتا۔ وہ ایشیائی صوفیوں کی طرح مادے کو بدی کا سرچشمہ تسلیم نہیں کرتا بلکہ جسمانی بدن سے مراد لیتا ہے۔ انسان کی سفلی نیچر اور بگڑی ہوئی سرشت جس میں نفس کی بد صفت آگئی ہے اور وہ ہر نیک کام کے خلاف ہے اور ایسے جو سوجھتی ہے اندھی ہی سوجھتی ہے۔ اس میں بدی کا اصول اور مرکز ہے۔ اور بدی کو اس کے گھر میں پچھاڑنے کے لئے یشوع مسیح نے جسمانی بدن اختیار کیا یہاں تک کہ رسول ۲ کرنتھیوں ۵: ۲۱ میں کہتا ہے کہ جو گناہ سے واقف نہ تھا وہ ہماری خاطر گناہ بن گیا۔ گنہگار۔ مجرم اس کے سامنے لائے گئے۔ ان میں مسیح نے گناہ کا زور اور گنہگار کی مجبوری دیکھی۔ اس نے ہیکل میں گنہگاروں کی نذرانوں۔ قربانیوں۔ دعا اور روزہ داری سے گناہ دُور کرنے کی بے سود کوشش دیکھی اور اس سے سمجھ لیا کہ گنہگار کرتا گناہ ہے مگر ارادہ گناہ سے بچنے کا رکھتا ہے۔ شیطان نے خود اس پہ تین خاص وار کئے۔ اور مسیح کو ذاتی طریق پر شیطان کے بے پناہ حملے اور دوست کے بھیس میں دشمنی کا تجربہ ہُوا۔ شیطان نے بار بار اسے ورغلایا کہ خدا پر شک کرے اور انسان سے نفرت رکھے۔ صلیب پر طعنے دئے اور کہا کہ اُتر آ۔ مگر مسیح دانستہ گنہگاروں کا نمائندہ بنا رہا۔ لوگ اسے گنہگاروں کا دوست کہتے تھے اور وہ خوش تھا۔ آخر وہ سفلی بدن یا کمزور نیچر جس میں گناہ کے مقابلہ کی تاب نہ تھی صلیب پر مار دیا۔ اس میں سے اپنی قدرت اور اختیار سے اپنی جان نکال لی۔ اس خود اختیاری موت میں انسان کے سفلہ جذبات اور گناہ کی رغبتوں کی شکست اور موت کا اشارہ تھا۔ اور قبر میں نظروں سے اوجھل رہنے میں گناہ کے بدن کی ابدی شکست اور فنا کا اشارہ تھا۔ مگر مردوں میں سے تیسرے دن جی اُٹھنے اور قبر اور کفن کو اُتار پھینکنے میں نئی پیدائش۔ نئی سرشت۔ ابدی زندگی اور

نئے انسان کا اشارہ تھا۔جس کی خدا سے صلح ہے۔

افسیوں ۲: ۱۳۔تم جو پہلے دُور تھے اب مسیح یسُوع میں اس کے خون کے سبب سے نزدیک ہو گئے ہو۔

افسیوں ۲: ۱۴۔ وہی ہماری صلح ہے جس نے جُدائی کی دیوار کو ڈھا دیا۔

انسان کے گناہ اور بغاوت کے باعث خدا اور انسان میں دشمنی تھی۔اس دشمنی کا ثبوت تھی شریعت۔چنانچہ افسیوں ۲: ۱۵ میں رسول کہتا ہے کہ اس نے اپنے جسم کے ذریعہ سے دشمنی یعنی وہ شریعت ......موقوف کر دی۔تاکہ دونوں سے اپنے آپ میں ایک نیا انسان پیدا کر کے صلح کرا دے۔

۱: ۲۲۔"جو پہلے خارج اور بڑے کاموں کے سبب دل سے دشمن تھے"

دشمنی اصول ہے۔جھگڑا فساد قتل وغیرہ اس کے اظہار ہیں دشمن دل اور دماغ میں تاثیر کرتی ہے۔دشمنی میں رائے اور مقصد کا اختلاف ہوتا ہے۔جہاں اختلاف ہے وہاں یگانگت نہیں۔اسی لئے آدم اور حوا کی نافرمانی اور اصولی اور عملی اختلاف کے باعث وہ باغِ عدن یعنی خُدا کی خاص مگر علامتی حضوری سے خارج کئے گئے۔اس خارج کے ہاں خارج میں اولاد پیدا ہوئی وہ طبعاً خارج تھی۔اس طرح کُل انسان خارج ولد خارج تھے۔اس طرح خارج ہونا محض حالت نہ تھی بلکہ دل میں دشمنی بھی تھی۔آدم اور حوا کی اولاد اپنی گنہگاری اور جُرم کا الزام اور ذمہ داری ایک دوسرے پر اور خُدا پر دھرتے تھے۔جس طرح آدم نے کہا کہ یہ عورت جو تو نے میری ساتھی بنائی ہے۔اس نے مجھے یہ پھل کھلا دیا۔

گویا الزام خُدا پر دھرا۔بعض نے تقدیر مان کر بدی کا ذمہ دار خُدا کو گردانا۔ اور بعض نے کہدیا کہ کرے کراوے آپے آپ نہیں کچھ مانس دے ہاتھ۔

نیز عہ ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی جو چاہے وُہ آپ کرے ہمیں بدنام کیا۔
اس طرح گناہ کے باعث گنہگار کی حالت بدتھی اور پھر بدتر تھی۔ اس انسان
کا میل اور کسی طرح ممکن نہ تھا۔ نہ ہے۔ صرف مسیح خداوند نے یہ کام کیا۔

۱ : ۲۲۔ کے باقی حصّہ میں مقصد یُوں بیان کیا ہے "تاکہ تم کو مقدس اور بے
عیب اور بے الزام بنا کر اپنے سامنے حاضر کرے۔"

اگر انسپکٹر اُستاد بن جائے تو طالب علم کی تعلیم اور تربیت مکمل ہو گی۔ جب خُدا
ہی جو گنہگار کا معائنہ کرنے والا اور اس پر فتویٰ دینے والا ہے۔ انسان کی اصلاح
اور صفائی کرے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وُہ اپنے معیار اور پسند کے مطابق انسان کو
صاف اور پاک کرے گا اور انسان کی صفائی اور پاکیزگی کامل ہو گی اس صفائی
اور تزکیہ کے بعد جب وہ خود ہی عدالت کی کُرسی پر بیٹھ کر نیکی اور بدی میں امتیاز
کرنے اور بدی کو تاڑنے والی نظروں سے اپنے کام کو دیکھیگا تو یقیناً سو فی
صدی نمبر دے گا۔ بقول شاعر

رنگیں تر از حنا باغ و بہار ما
بر دست خویش بوسہ زند باغبان ما (صائب)

آئیت کے تین لفظ یعنی (۱) مقدّس (۲) بے عیب اور (۳) بے الزام تشریح طلب
ہیں۔

(۱) مقدّس۔ جس کو پاک کیا گیا ہے۔ یعنی اس کی پاکیزگی ذاتی نہیں۔ نہ اختیاری
ہے۔ بلکہ عطیۂ الٰہی اور انعام خداوندی ہے۔ نئے عہدنامے میں مقدس وُہ ہے
جسے خُدا نے کِسی خاص کام کے لئے بلایا ہے اور جسے خُدا نے دُنیا میں ہوتے ہوئے
دُنیا سے الگ کر لیا ہے جس طرح مسیح خداوند نے ہماری خاطر اپنی تقدیس کی۔
(یُوحنا ۱۷ : ۱۹) اسی طرح خدا کی خدمت کے لئے اور دُنیا کو نجات کا پیغام سُنانے

کے لئے ہم مقدس ٹھہرائے گئے ہیں۔ مگر پولوس اس اصطلاح میں پاکیزہ۔ بلند اور خاص معنی ڈالتا ہے۔ یعنی ایسے لوگ جن کو مسیح کا مزاج حاصل ہُوا ہے اور ہر اعتبار سے ان کا معیار مسیح ہے۔
(۲) بے عیب ہا:۔ جو مکمل طور پر پاک لیا گیا ہے اور اس میں ذرّہ برابر بدی نہیں رہی۔
(۳) بے الزام:۔ جس پر سے الزام بھی دُھل گیا ہے۔
اس حالت کو مکمل نجات کہتے ہیں۔
عدالت کا کام مسیح کرے گا۔
یُوحنا ۵: ۲۲۔ باپ کسی کی بھی عدالت نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے۔
یُوحنا ۵: اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشتا ہے۔ کیونکہ ابنِ آدم ہے۔
اعمال ۱۷: ۳۱۔ اس نے عدالت کا ایک دن ٹھہرایا ہے۔ جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت اس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اس نے مقرر کیا ہے۔ اور اسے مُردوں میں سے زندہ کرکے یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے۔
رومیوں ۲: ۱۶۔ عدالت انجیل کے مطابق ہوگی۔
رومیوں ۸: ۱۔ جو مسیح یسوع میں ہیں ان پر سزا کا حکم نہیں۔
۱: ۲۳۔ (۱) بشرطیکہ ایمان کی بنیاد پر قائم رہو۔
ایمان کی بُنیاد یہ اقرار ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ جو کنواری مریم سے پیدا ہُوا۔ پنطوس پیلاطوس کی حکومت میں دُکھ اُٹھایا۔ صلیب دیا گیا۔ مرگیا۔ عالمِ ارواح میں گیا۔ دفن ہُوا۔ اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ آسمان پر چڑھ گیا اور آخری دن زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے آئیگا۔
(۲) اور اس خوشخبری کی اُمید کو جسے تم نے سُنا ہے نہ چھوڑو۔

انجیل مایوس اور لاعلاج انسان کے اندر زبردست اُمید پیدا کرتی ہے۔ دُنیا
بھر کی کتابوں میں صرف یاس و قنوط ہے۔ مگر انجیل میں رجائیت اور اُمید ہے۔ مسیح
گنہگار کو دعوت دیتا ہے اور نجات پیش کرتا ہے زندگی دیتا ہے اور ہمیشہ ساتھ
رہنے اور ہمراہ رکھنے کا پختہ وعدہ کرتا ہے کہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو گے۔ انجیل یوحنا ۱۴: ۳
اور میں زمانے کے آخر تک ہر روز تمہارے ساتھ ہوں۔ متی ۲۸: ۲۰۔ اُمید پر قائم
رہنے سے یہ اُمید ایمان کا درجہ پا لیتی ہے۔ ایمان ایک توفیق الٰہی ہے۔

"جس کی منادی آسمان کے نیچے تمام مخلوقات میں کی گئی۔"

پولوس رسول یہ خیال پیش کرتا ہے کہ انجیل کل کائنات کے لئے ہے۔ دُنیا کے کل
انتظام کو اور قدرت کے سارے نظام کو انجیل کی ضرورت ہے کل کائنات میں
انتشار ہے۔ اس کو صرف مسیح دُور کر سکتا ہے مسیح راہ ہے یعنی ہر نظام و
انتظام کا مرکزی اصول اور عمل کا قاعدہ مسیح ہے۔ جہاں تعلقات میں مسیح ہے
وہاں تعلقات دُرست ہیں۔ جہاں تعلقات دُرست ہیں وہاں خوشی ہے۔

مسیح نے حکم دیا تھا کہ تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ۔ متی ۲۸: ۱۹۔ جب
پاک روح تم پر نازل ہوگا تو تم زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔ اعمال ۱: ۸ چنانچہ
روح نازل ہو چکا تھا۔ اور انجیل کی بشارت سب قوموں تک پہنچ چکی تھی۔

"میں پولوس اسی کا خادم بنا" یعنی میں بشارت کے کام کا شروع کرنے والا نہیں۔
بشارت کا کام جاری ہے اور میں خوش قسمت ہوں کہ خدا نے مجھے اس عالمگیر مبارک
کام میں شریک کر لیا ہے۔

کلسیوں ۱: ۲۴ سے ۲: ۳

ان آیات میں رسول اپنا اور اپنی محنتوں کا ذکر کرتا ہے۔
۱: ۲۳ میں رسول انجیل کی عالمگیری اور اپنی خدمت کی وسعت یعنی دُنیا دُور تک

بشارت دینے کا حق پیش کرتا ہے۔ اس کی ضرورت یُوں پڑی کہ رومیوں ۱۵: ۲۰ میں رسول نے اپنی آزاد خدمت کا اُصول پیش کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میں دوسرے کی نیو پر عمارت نہیں بناتا۔ مگر کلسے والوں کو نصیحت دینا شروع کر دیا حالانکہ اقرار کرتا ہے کہ جنہوں نے میری جسمانی صورت نہیں دیکھی ان کے لئے جانفشانی کرتا ہوں۔ ۲: ۱

اِس کے علاوہ رسول نے دُکھ اُٹھا کر صلیب کا بھید پایا ہے اور وہ صلیب کو خوب سمجھتا ہے۔ اِس واسطے وہ صلیب کی منادی کو اپنا فرض اور حق سمجھتا ہے۔ اس طرح رسول اپنا حق جتا کر کلسے والوں کو نصیحت کرتا ہے۔

۱: ۲۴۔ میں نے کلیسیا کی خاطر دُکھ اُٹھایا ہے۔ اِسی لئے کلیسیا پر مجھے حق حاصل ہے۔ اِسی حق نے اس کے دُکھوں کو راحت میں بدل دیا۔ کیونکہ دُکھوں کا مقصد پاکیزہ تھا۔ اس کے علاوہ رسول یہ خیال بھی پیش کرتا ہے۔ کہ صلیب برداری ختم نہیں ہوگئی۔ بلکہ اِس دُنیا میں نیکی اور خیر خواہی کے لئے ہمیشہ صلیب یعنی ایثار۔ اور قربانی کی ضرورت رہے گی۔ مسیح کی صلیب برداری سے انسانوں کو صلیب برداری کی پر یرنا ملتی ہے۔ کہ وہ نیکی جس میں صلیب یعنی قربانی اور ایثار نہیں حقیقی نیکی نہیں۔ تو بھی اِس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسیح کی صلیب برداری کافی نہ تھی۔ اور اب رسول کسر پوری کر رہا ہے۔ رسول تو مسیح کو نجات اور نئی پیدائش کے کام اور انتظام کا کمال تسلیم کرتا ہے۔ اور خود اِس میں شریک کئے جانے پر فخر کرتا ہے۔

ا کرنتھی ۴: ۱۰-۱۳، ۹: ۲۷، ۲ کرنتھی ۴: ۸-۱۱، ۶: ۴-۱۰، ۱۱: ۲۳-۲۹

یہ رسول کے دُکھوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اور ۲ کرنتھی ۴: ۱ میں رسول کہتا ہے کہ ہم ہر وقت اپنے بدن میں یسوع کی موت لئے پھرتے ہیں۔ تاکہ یسوع

کی زندگی بھی ہمارے بدن میں ظاہر ہو اور ۲۹ میں کہتا ہے کہ جتنی مصیبتیں ہم پہ آتی ہیں ان سب میں میرا دل خوشی سے بھرا رہتا ہے۔

فلپیوں ۳ : ۱۰ - ۱۱ - میں اس کو اور اس کے جی اُٹھنے کی قدرت کو اور اس کے ساتھ دُکھوں میں شریک ہونے کو معلوم کروں۔ اور اس کی موت کے ساتھ مشابہت پیدا کروں تاکہ کسی طرح مردوں میں سے جی اُٹھنے کے درجے تک پہنچوں۔

۱ : ۲۵ "تاکہ کلام کی پوری منادی کروں" یا کلام کو پُورا کروں۔ کلام دو طرح سے پُورا ہوتا ہے (۱) دیانتداری سے کلام کی منادی کرنے سے اور (۲) دیانتداری سے کلام پر عمل کرنے سے۔

۱ : ۲۶ " اس بھید کی منادی کروں جو تمام زمانوں اور پشتوں سے پوشیدہ رہا۔ لیکن اب مقدسوں پہ ظاہر ہوا"

کلام کے بھید یا حقیقت کا کھولنا یعنی اس کی حقیقت اور روح کا پیغام دینا اور صحیح عمل سے اس پیغام کا ثبوت دینا کلام کو پورا کرنا ہے۔ یہ پیغام خدا کی طرف سے ہے۔ انسان کی عقل نے نہیں بنایا۔ اسی لئے انسان کے لئے بھید ہے۔ یعنی عقل سے اُوپر ہے۔ صرف ایمان سے جانا اور مانا جاتا ہے۔ اور کھُل کر بھی بھید ہی بنا رہتا ہے۔ صرف روح سے کھُلتا ہے۔ یہ ن داروں پہ۔ اکرنتی ۲ : ۷۔ داناؤں اور عقل مندوں کی عقل اور حکمت یہ پیغام نہ بنا سکی نہ بتا سکی۔ متی ۱۳ : ۱۷۔

۱ : ۲۷۔ یہ پیغام خاص خاص لوگوں کے واسطے نہیں بلکہ سب کے لئے ہے۔ عالمگیر ہے اور ہمہ رس ہے۔ جو تاریکی میں بیٹھے تھے ان پہ بڑا نور چمکا ہے۔ "مسیح تم میں رہتا ہے"۔ غیر قوموں کو بھی خدا نے مسیح میں یاد کیا ہے اور

کسی میں نہیں۔ مسیح یہودیوں اور غیر قوموں کو ایک بناتا ہے۔ جس طرح خدا کو انسان
سے ملاتا ہے۔ مسیح کی سرفرازی اور فضیلت بیان کی ہے۔ مسیح کس طرح غیر
قوموں میں بھی رہتا ہے۔ لکھا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔
(پیدائش ۱: ۲۷) اور پھر بتاتا ہے کہ مسیح ہی خدا کی صورت ہے (کلسیوں ۱: ۱۵)
یہ سب سے بڑا بھید ہے کہ ہر انسان کی شخصیت اور ضمیر پر مسیح کی صورت
اور تصویر کھنچی ہوئی ہے۔ اور انسان اس کو تصویرِ جاناں کی طرح چاہتا اور پیار
کرتا ہے۔ اس کا شیدا اور فریفتہ ہے دانستہ اور نادانستہ بھی اس کی کشش محسوس
کرتا اور گردن جھکا کر اس کی زیارت کرتا ہے۔ اب یہ بھید کھل گیا اور عالمگیر
ہو گیا ہے کہ سب انسان اس کے ہیں۔ جس کی ان پر تصویر اور مہر ہے۔ صرف اسی
کو انسان کے بدن اور روح کے سجدے اور عبادت پر حق اور اختیار ہے کیونکہ
آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس سے ہم نجات پائیں
اعمال ۴: ۱۲۔ اور اب ہر ایک گھٹنا اس کے آگے جھکیگا اور ہر زبان اقرار کرے گی کہ مسیح
خداوند ہے۔ فلپیوں ۲: ۱۰-۱۱۔ اب اسی تصویر میں کل انسانوں کی اُمید ہے۔ ۱: ۲۸۔
ہر شخص کو کامل کرکے پیش کریں۔ پولوس کے زمانہ میں آج کل کی طرح بعض مذہب اور
کئی جماعتیں ایسی تھیں جن میں ایک باہر کا حلقہ اور ایک اندر کا حلقہ مانا جاتا تھا۔ باہر کے
حلقہ میں عام ممبر ہوتے تھے جو خاص تیاری اور رسم پرستی کے بعد اندر کے حلقہ میں داخل
کئے جاتے تھے۔ ان کو خواص اور کاملین کہتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں رسول بتاتا
ہے کہ مسیح میں کوئی عام نہ رہے گا بلکہ ہر ایک کامل ہو جائیگا۔ لکھا ہے کہ کامل بنو جس
طرح تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔ (متی ۵: ۴۸ (رومیوں ۱۲: ۲) وہ پیغام اور تعلیم
جس سے انسان کامل ہوں گے اور اُن کی تقدیس اور تصدیق ہو گی مسیح خود ہے یہاں
نہ قوموں کے خفیہ عقیدے پیچھے ہیں۔ ان کے ممبر کامل بنائے جاتے تھے مسیح کی فضیلت

بیان کی ہے۔ مسیح خود کامل ہے وہ ہر انسان کو کامل کریگا۔ اس کام کے لئے انجیل خدا کی قدرت ہے اور پاک روح کی تاثیر سے کام کرتی ہے۔ ۱: ۲۹۔ یہاں رسول بتاتا ہے کہ اس پیغام کا اور اس کی تاثیر کا موجد میں نہیں۔ جس طرح خفیہ عقیدے (Mystry Religions) کے اُستاد تھے۔ اس کا موجد خدا باپ ہے اور اس کا ذریعہ واسطہ اور درمیانی مسیح ہے جو کُل نظام کا مرکز و نظم ہے۔

باب ۲

۲: ۱ "تمہارے لئے جانفشانی کرتا ہوں"

رسول اس آیت میں اپنی رسالت کی عالمگیری اور رسالت کی ذمہ داری کا گہرا احساس بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں کُل مسیحی جماعتوں کے لئے رسول ہوں۔ اسی لئے ہر ایک جماعت کے لئے الگ الگ میرے دل میں محبت ہے حالانکہ میں نے تم کو آج تک دیکھا نہیں۔

"جانفشانی":۔ بڑے زور کا لفظ ہے گویا تمہاری ترقی اور تکمیل کے لئے جان کی بازی لگائے بیٹھے ہوں۔ تم جان سے بھی عزیز ہو کیونکہ تم کو خدا نے میرے سپرد کیا ہے۔

۲: ۲۔ تمہارے لئے میری محنت میں تین مقصد ہیں (۱) تاکہ تمہارے دلوں کو تسلی ہو (۲) تم محبت سے آپس میں گٹھے رہو (۳) پوری سمجھ کی دولت حاصل کرو۔ یعنی مسیح کو پہچانو۔ جو خدا کا بھید ہے۔

(۱) گناہ کے باعث انسان میں انتشار ہے۔ اس کی قوتوں اور حصّوں میں تعلق نہیں۔ اس کے خیال اور عمل میں اختلاف ہے۔ یعنی لسان سوچتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ دل ایک طرف کھینچتا ہے اور دماغ دوسری طرف۔ اطمینان نہیں

رسول کہتا ہے کہ میری دُعا اور محنت میں یہی کوشش یہ ہے کہ یہ انتشار دور ہو جاتا ہے اور مسیح میں اور مسیح کے وسیلے تم کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

(۲) صرف ایک یا چند شخصوں کے لئے یہ آرزو نہیں بلکہ جماعت کے ایک ایک شخص کے لئے ہے۔ جب ہر ایک کو یہ تسلی حاصل ہو گی تو ایک سے دوسرے کو تقویت پہنچے گی اور جماعت ایک ساتھ ترقی کرے گی۔ جماعت میں وحدت ہو گی

(۳) پہلی برکت سے دوسری برکت نکلے گی اور دوسری سے تیسری نکلے گی۔ یوں بتدریج ترقی اور تکمیل ہو گی اور ایک دوسرے کی خدمت کے روحانی تجربے سے روحانی علم بڑھے گا۔ اور وہ علم دولت کی طرح تم کو عزیز اور قابلِ قدر ہو گا۔ اس خدمت اور محبت سے عملی اور یقینی طور پر یہ علم ہوتا ہے کہ مسیح کیا ہے اور کیسا ہے۔ مسیح کا علم دماغی اور ذہنی نہیں بلکہ عملی اور تجربی ہے۔ جس سے ایماندار کو مسیح کا مزاج اور مسیح کی طبیعت یعنی مسیح کی برداشت۔ ایثار۔ محبت خدمت کی توفیق خدا پرستی اور انسانی ہمدردی اور خیر خواہی حاصل ہوتی ہے۔ اور مسیح کی یہ صفتیں اس کے کاموں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایسے کام ایماندار کو مسیح کا عملی علم دیتے ہیں۔

اس تجربے سے ایماندار یقینی طور پر جان جاتا ہے کہ مسیح محض انسان نہیں بلکہ اس کی پاک محبت۔ پاک خدمت اور کامل برداشت میں کوئی بھید ہے۔ یعنی مسیح انسانیت سے بڑھ کر ہے۔ اور وہ بھید یہ ہے کہ مسیح تو خدا ہے جو انسانی صورت میں نظر آ رہا ہے۔ مسیح کی صحیح اور کامل پہچان ذہن سے نہیں عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ مسیح نے خود کہا تھا کہ "جا تو بھی ایسا ہی کر"۔ یوحنا ۱:۱۷،۳

مسیح انسان کے صرف دماغ میں نہیں بلکہ پوری شخصیت میں آتا ہے۔ اور محبت کی خدمت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس سے ایماندار کو خود بھی مسیح کا ذاتی علم

ھ ہس ہوتا ہے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی مسیح کی پہچان ملتی ہے۔
۲:۳ ”جس میں حکمت اور معرفت کے سارے خزانے چھپے ہوئے ہیں۔“
خدا کی حکمت جس سے اس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس کی معرفت جس سے وہ انسان کے دل اور روح کو روشن کرتا ہے ایک بھید ہے جو انسان کے فہم سے بلند و بالا ہے۔
یہ بھید مسیح میں کھلتا ہے اور کھل کر ثابت کرتا ہے کہ خدا کی حکمت اور معرفت کے خزانے مسیح میں ہیں۔ مثلاً پانی پر چل کر اور آندھی اور پانی کے زور شور کو ڈانٹ کر اس نے وہ حکمت دکھائی جس سے خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے اور ان پر حکومت کرتا ہے۔ انسان کے دل میں خداشناسی کا نور بھر کر اور اسے موت اور فنا کے قبضے سے چھڑا کر معرفت کے خزانوں کا ثبوت دیا۔
لوقا ۲:۵۲۔ یسوع حکمت ..... میں ترقی کرتا گیا۔
۱کرنتھی ۱:۲۴۔ مسیح خدا کی حکمت اور خدا کی قدرت ہے۔
۱کرنتھی ۱:۳۰۔ یسوع مسیح خدا کی طرف سے حکمت یعنی راستبازی۔ پاکیزگی اور مخلصی ہے۔
یعقوب ۱:۵۔ جس میں حکمت کی کمی ہو خدا سے مانگے۔
یعقوب ۳:۱۷۔ جو حکمت اوپر سے ہے وہ پاک ہے۔
خفیہ عقیدے والے ایک حکمت کا دعویٰ کرتے تھے۔ پولس بتاتا ہے کہ حکمت کا کمال مسیح میں ہے۔ اور اس کا ثبوت ہے کلسیوں ۱:۱۵-۱۶
دنیاوی حکمت کا بھید کھل جاتا ہے اور پھر بھید نہیں رہتا۔ مگر خدا کی حکمت کا بھید کھل کر بھی بھید ہی رہتا ہے۔

۴:۲-۷-خط کے اصل مقصد کی تمہید-

۴:۲ کوئی آدمی لبھانیوالی باتوں سے تمہیں دھوکا نہ دے۔ اگرچہ ہم انسان شروع سے ایک بڑے دھوکے میں ہے۔ یہ دھوکا انسان کی خود فریبی ہے انسان خُدا کی پروردگاری اور حفاظت کی پروا نہیں کرتا۔ اپنی ذات اور اپنے بل کس پر بھروسہ رکھتا ہے۔ چنانچہ خُدا کا سہارا چھوڑ کر انسان نے بابل کا برج یعنی اپنا ارارات بنانا شروع کیا۔ اسی طرح اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے قلعے بناتا ہے اور تلوار اور بندوق تیار کرتا ہے۔ تو بھی مرتا ہے بلکہ ان ہی ہتھیاروں سے مرتا ہے۔

انسان نہ صرف مادی دنیا میں بلکہ روحانی دنیا میں بھی خود فریبی کا شکار ہوتا ہے وہ ہمیشہ کی زندگی اور نجات کے لئے تدبیریں بناتا ہے۔ یعنی آبِ حیواں نقطار (Nectar) سوم رس وغیرہ کی جستجو میں جان کھپاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی کل زندگی بناوٹی ہو گئی ہے اور اس کا ازلی دشمن آج بھی اس کی اس کمزوری سے ناواجب فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور بناوٹ پیش کر کے حقیقت سے محروم رکھتا ہے۔

۵:۲ رسول میری ذمہ داری تندہی اور کامیابی بیان کرتا ہے اور خصوصاً عقیدہ والوں کے مفاد میں ایک بھید کہتا ہے کہ اگرچہ میں تم سے دُور ہوں تو بھی تم کو دیکھتا ہوں اور تمہاری حالت جانتا ہوں اور خوش ہوں کہ تم مضبوط اور قائم ہو یعنی بناوٹ کا شکار نہیں ہوئے

۶:۲ - یسوع ہی مسیح ہے اور خداوند بھی ہے۔ اسی عقیدے سے تم نے مسیح کو قبول کیا یعنی مسیح سے یگانگت اور رفاقت قائم کی اور خوب کی۔ بس اسی عقیدہ پہ قائم رہو۔ یہ حقیقی ہے۔ اس کے سوا باقی سب عقیدے تعلیم اور فلسفہ

بناوٹ ہے "اصل چیز مسیح کی ہیں"

کلسیوں ۲: ۱۷

۲ ۱۔ ۷ "خوب شکرگزاری کیا کرو"

رسول کہتا ہے کہ ایمان دار مقدس کی نئی زندگی کی بُنیاد اور جڑ مسیح ہے۔ اور مسیح کے ساتھ اس کی رفاقت ضروری ہے تاکہ اس کی زندگی قائم رہے اور مضبوط ہوتی جائے۔ مقدس کا ایمان محض یقین ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی کے لئے ترقی اور نشوونما کی قوت اور ذریعہ ہے۔ مسیح نے کہا ہے کہ میں انگور کا حقیقی درخت ہوں اور تم ڈالیاں ہو۔ جو ڈالی مجھ میں قائم رہتی ہے وہی پھل لاتی ہے۔ انجیل یوحنا ۱۵: ۱-۵۔

اب چونکہ مقدس کی نئی زندگی اور قوت کا دارومدار مسیح کی رفاقت اور یگانگت میں ہے۔ اس لئے اس کو شکرگزار رہنا مناسب ہے۔ جس طرح انسان کی زندگی ہوا سے قائم ہے اسی طرح مقدس کی روحانی زندگی مسیح میں پاک روح پر قائم ہے اور چونکہ اس کی اپنی ذات سے باہر اس کا منبع ہے اس لئے اس کو شکرگزار رہنا مناسب ہے۔ یعنی روحانی زندگی کے سلسلہ میں اپنی کمزوری۔ بےبسی اور مجبوری کا اقرار کرنا چاہئے۔ اور جس پر یہ زندگی قائم ہے اس کے شکرگزار اور تابعدار رہنا چاہئے۔ لکھا ہے کہ جو قائم ہے وہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے۔

یعنی قائم رہنے کی قوت اپنی ذات سے باہر مسیح میں ہے اور گر پڑنے کا امکان اپنے اندر ہے۔ ۱ کرنتی ۱۰: ۱۲

تن زندگی اور روحانی زندگی میں بنیاد مسیح ہے۔ دونوں زندگیاں مسیح کے ہاتھ میں ہیں اور کسی کے نہیں۔ تمام زندگی اور جاندار مخلوق کی بنیاد مسیح ہے۔

شکرگزاری ایمان دار کی خاص صفت ہے۔

۲: ۸-۱۵-جھوٹی فیلسوفی کے خلاف۔

۲: ۸- خُدا نے انسان کو عقل بخشی ہے۔ انسان اپنی گنہگاری کی حالت میں بھی اپنی بگڑی ہُوئی عقل استعمال کرتا ہے اور اچھے بُرے ہر معاملے کی عقلی تشریح کرتا ہے۔ اِسی تشریح سے انسان کو ذہنی سرور اور روحانی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ انسان نے مشکل معاملوں پر بھی دلیل بازی کی ہے۔ مثلاً خُدا کیا ہے۔ یہ دُنیا کس نے ہے اور کس طرح بنائی۔ انسان پر دُکھ کیوں آتا ہے۔ انسان کا انجام کیا ہوگا۔ بارش۔ آندھی۔ فصل۔ موت۔ موسم وغیرہ کس طرح آتے اور جاتے ہیں۔ انسان دلیل بازی میں اُلجھا رہتا ہے۔ مگر خوش رہتا ہے چنانچہ انسان مادی معاملوں سے آگے نکل کر روحانی معاملوں سے بھی اُلجھتا ہے۔ اور اس نے ہمیشہ کی زندگی اور نجات کے عقلی ذریعے گھڑ لئے ہیں۔ اس دلیل بازی کے دو حصے ہیں (۱) فیلسوفی (۲) روائیت یعنی (۱) دلیل بازی سے کسی معاملے کو قبول کرنا اور (۲) پہلے لوگوں کے رسم و رواج کے مطابق کام کرنا۔ چونکہ گناہ کے باعث انسان کی عقل کمزور اور ناقص ہوگئی ہے اس لئے اس ناقص عقل سے جو بات پیدا ہوتی ہے ناقص ہوتی ہے مگر مسیح خُدا کی کامل حکمت یعنی فیلسوفی ہے۔ اس کے مقابلہ میں انسانی حکمت اور روائیت ناقص ہے۔ اسی لئے انسانی حکمت اور روائتوں سے خبردار رہنے کو کہا گیا ہے اور مسیح کو معیار تسلیم کرنے کو کہا گیا ہے۔

۲: ۹- مسیح اس لئے معیار ہے کہ اس میں الوہیت کی ساری معموری سکونت کرتی ہے۔ انسان ادھورا اور ناقص ہے۔ خدا اپنی ذات میں کامل ہے اور صفات میں مطلق ہے۔ یعنی تمام ضروری صفات اِس میں

موجود ہیں۔ اور وہ ہر صفت میں کمال ہے۔ یہ خدا جو کامل اور مطلق ہے جس میں خطا اور خسارہ نہیں مسیح میں مجسم ہے۔ اسی لئے انسان کو من گھڑت ناقص اور باطل فیلسوفی کی نہیں بلکہ مسیح کی کامل اور مطلق حکمت کی تعلیم اور تعمیل ضروری ہے۔

۲:۱۰ جب مقدس اس کامل اور مطلق خدا سے جو مسیح میں مجسّم ہو کر ظاہر ہوا یگانگت پیدا کرتا ہے اور اس کی بھرپوری سے بھرپور ہو جاتا ہے تو کامل بن جاتا ہے اور اسے کسی اور مدد کی ضرورت نہیں۔ یعنی گنہگار کے لئے مسیح کافی اور وافی ہے۔ مسیح تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے جس لفظ کا ترجمہ "معمور ہو گئے ہو" کیا گیا ہے اس میں لبریز ہونے اور کمال کا مفہوم ہے۔

۲:۱۱-۱۵ میں رسول تین باتوں پر زور دیتا ہے (۱) بپتسمہ اصل ختنہ ہے (۲) نئی زندگی جو مسیح کی قیامت پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ (۳) شریعت کے تقاضے ختم ہیں۔

۲:۱۱ مسیح میں تقدیس اور نجات کا کام مکمل ہو گیا ہے۔ مثلاً شریعت میں ختنہ کی رسم تھی جس سے آدمی مخصوص کئے جاتے تھے۔ ختنہ میں اشارہ تھا کہ مادی بدن جس میں گناہ بستا ہے اُتار دیا گیا۔ یہ ختنہ حقیقت میں گناہ کے اصول کو دور نہ کرتا تھا۔ ہاں حقیقت کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ وہ حقیقت مسیح میں ہے۔ مسیح انسان کی بگڑی ہوئی نیچر کو دور کرتا ہے اور نئی نیچر اور طبیعت یعنی اپنا مزاج عطا کرتا ہے۔ یہ ہے اصل ختنہ۔ اب مسیح کے نام پر بپتسمہ پا کر انسان گویا گناہ کے اعتبار سے مرتا ہے اور راستبازی کے اعتبار سے زندہ ہوتا ہے۔ اس طرح کامل مسیح ایماندار کو کامل کرتا ہے اور حقیقی پاکیزگی عطا کرتا ہے۔

رومیوں ۲: ۲۹ میں رسول نے کہا ہے "ختنہ وہی ہے جو دل کا اور روحانی ہے"۔ ایسا ختنہ انسانی ہاتھ سے نہیں ہوتا۔ اور چونکہ ناقص انسان اس کا کرنیوالا نہیں بلکہ کامل مسیح ہے اس لئے اس میں کسر نہیں رہتی ایسا کہ کوئی دوسرا اس کو ختم اور مکمل کرے۔ مسیح کا کام کامل ہے۔

۲:۱۲الخ اور اسی کے ساتھ بپتسمہ میں دفن ہوئے ۔۔۔۔ الخ

رومیوں ۶ : ۳-۴ - ہم جتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا۔ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلے سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے ۔

رومیوں ۶ : ۵ - جب ہم اس کی موت کی مشابہت سے اس کے ساتھ پیوستہ ہو گئے۔ تو بے شک اس کے جی اٹھنے کی مشابہت سے بھی اس کے ساتھ پیوستہ ہونگے ۔

۱ کرنتی ۱۲ : ۱۳ - ہم سب نے ایک ہی روح کے وسیلے سے ایک بدن ہونے کے لئے بپتسمہ لیا۔

رومیوں ۶ : ۶ - ہماری پرانی انسانیت اس کے ساتھ اس لئے صلیب دی گئی کہ گناہ کا بدن بیکار ہو جائے (خودی مرجائے - میں مرگیا - اب میں نہیں مسیح مجھ میں زندہ ہے)

رومیوں ۶ : ۱۱ - تم اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ مگر خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ سمجھو ۔

کلسیوں ۳ : ۹-۱۰ - تم نے پرانی انسانیت کو اس کے کاموں سمیت اتار ڈالا اور نئی انسانیت کو پہن لیا جو معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خالق کی صورت پر نئی بنتی جاتی ہے ۔

شرعی ختنہ میں اتارنا ہی اتارنا ہوتا تھا - جس کے بعد وہ انسان جو کہتا تھا کہ میں ڈرتا ہوں کیونکہ میں ننگا ہوں (پیدائش ۳ : ۲۱) ننگا ہی رہتا تھا۔ مگر اب مسیح کو پہن لیتا ہے (رومیوں ۱۳ : ۱۴) گویا موت اتار کر زندگی (مسیح ہماری زندگی ہے۔ کلسیوں ۳ : ۴) زندگی میں ہوں (یوحنا ۱۱ : ۲۵ و ۱۰ : ۱۰ -)

۱ یوحنا ۳ : ۱۴ - ہم موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گئے ہیں ۔

انسان کی عقل تقدیس اور راستبازی کا وسیلہ گھڑنے میں ناکام اور بیکار رہے۔

خفیہ عقیدے بیکار ہیں۔ شریعت بھی بیکار ہے صرف مسیح واحد وسیلہ او سہارا ہے۔ اور وہ کامل درمیانی ہے۔

عبرانیوں ۱۰: ۱۱-۱۲، ۹: ۲۶ر ۹: ۱۲ و ۷: ۲۷ - اس زندگی میں ایمان وہ قوت ہے جس سے زندگی نئی بنتی اور پنپتی ہے۔

۲: ۱۳ - (۱) اس نے تم کو زندہ کیا اور (۲) سب تصور معاف کئے۔

(۱) کے لئے ۲: ۱۲ کی تشریح دیکھئے۔

(۲) مسیح نے تصور معاف کئے یعنی مسیح کامل درمیانی ہے۔

ایمان کے وسیلے سے معاف کئے یعنی ایمان کی قوت اور تاثیر کامل ہے سب تصور معاف کئے مسیح کی نجات کامل ہے اس کے بعد کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت نہیں رہتی۔

۲: ۱۴ (۱) وہ شریعت جو انسان پر فتویٰ دیتی تھی مسیح نے اس کو بے اثر کردیا ہے۔ اب اس کا زور نہیں چلتا۔ یہ کام مسیح کی موت نے کیا ہے۔

(۲) اسی موت نے بدی کے تعبد سے چھڑا لیا ہے۔

جس طرح ایک مقروض ساہوکار کو اپنے ہاتھ سے کاغذ لکھ دیتا ہے۔ اسیطرح گنہگار نے اپنے ہاتھ سے اپنی گنہگاری اور موت کا پرچہ لکھ دیا تھا مسیح نے اس کو پرزہ پرزہ کرکے اڑا دیا۔ جب تک وہ کاغذ ہا ہمارے خلاف فتویٰ دیتا۔ مگر اب جو مسیح یسوع میں ہیں ان پر سزا کا حکم نہیں (رومیوں ۸: ۱) اور وہ نئے مخلوق ہو گئے ہیں۔ (۲ کرنتی ۵: ۱۷) جو اس پرچے کے زور اور اختیار سے باہر ہیں۔ دستخط کرنے والا مقروض مر گیا ہے۔ لہٰذا تمسک بے اثر ہے گویا وہ بھی مر گیا ہے۔

گلتیوں ۳: ۱۱ شریعت کے وسیلے سے کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہرتا۔

گلتیوں ۲: ۲۱ - اگر راستبازی شریعت کے وسیلے سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا۔
اتمطاؤس ۱: ۹ - شریعت راستبازوں کے لئے مقرر نہیں ہوئی۔
۲: ۱۵ - اس آیت میں رسول بتاتا ہے کہ مسیح نے کس طرح یہ کام کیا (۱) حکومتوں اور اختیاروں کو اپنے اُوپر سے اُتار دیا (۲) ان کا برملا تماشہ بنایا (۳) صلیب کے سبب ان پر فتحیابی کا شادیانہ بجایا۔

(۱) ابتدائی کلیسیا میں یہ خیال رواج پا گیا تھا کہ مسیح کی موت کے لئے بدی کی طاقتوں اور شرارت کی فوجوں نے بغاوت کی۔ سردار کاہن اور رومی حاکم ان کے ہتھیار ہی تھے۔

لائیٹ فٹ کا خیال ہے کہ بدی نے مسیح کے مادی بدن میں پنجے گاڑے تھے یہاں تک کہ لکھتا ہے وہ ہماری خاطر گناہ ٹھہرایا گیا۔ اور موت سے اس نے یہ انسانی نیچر جس میں گناہ کی موت تھی اور ہماری خاطر اختیار کی تھی اُتار پھینکی (افسیوں ۲: ۱۵) اور یوں بدی کی دُنیا کے حاکموں کو شکست فاش دی۔
(۲) فرشتوں اور انسانوں نے اور کل فطرت نے یہ تماشہ دیکھا۔ یہ گویا ایک دیکھنے والا واقعہ تھا۔ خُدا مسیح میں الٰہی تجویزوں اور کارروائیوں پر غالب آیا۔
(۳) اکرنتی ۱: ۱۸ - صلیب کا پیغام ہلاک ہونیوالوں کے نزدیک تو بیوقوفی ہے مگر ہم نجات پانیوالوں کے نزدیک خُدا کی قدرت ہے۔

اکرنتی ۱: ۲۰ - خُدا نے دُنیا کی حکمت کو بیوقوفی ٹھہرایا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی حکمت نجات کا بندوبست نہ کر سکی۔

اکرنتی ۱: ۲۵ - خُدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے۔ اور خُدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔

اکرنتی ۱: ۳۰ - خُدا کی حکمت راستبازی اور پاکیزگی اور مخلصی ہے - خُدا نے

صلیب کو جو دُنیا کی نظروں میں کمزوری اور مجبوری اور حقارت کی علامت تھی لیکر مسیح کی موت اور مردوں میں سے جی اُٹھنے کے باعث قدرت اور فخر کی نشانی بنا دیا۔ آج صلیب جھنڈوں پر صلح اور قوت کا نشان ہے صلیب احمر Red Cross صلح۔ خدمت۔ ایثار اور ملاپ کی عالمگیر نشانی ہے۔ اسی کے سبب دشمنی جنگ اور خودغرضی کے خلاف گویا نقارے بجتے ہیں۔ صلیب کا نشان لگا کر ہزاروں انسان بھارت اور پاکستان کی سرحد پر ۱۹۴۷ء میں موت کی لکیر Death Line جو گویا پل صراط تھی پار کر گئے۔ اور صلیب کے فدائیوں نے ہتھیلی پر جانیں رکھ کر زخمیوں۔ کیمپوں میں پڑے ہوئے بیماروں سسکتے ہوئے گھائلوں۔ بھوکوں ننگوں۔ غیر محفوظ حصوں اور بے بس و بیکس بیماروں کی خدمت کی اور شکرانے تک کی توقع نہ کی۔ گویا ہندوستان اور پاکستان نے اپنی آنکھوں سے صلیب کی فتح دیکھی اور اس میں خدا کی قدرت کا تجربہ اور مشاہدہ کیا۔

۲:۱۶-۱۹۔ باطل پرستی کے خلاف۔

۲:۱۶۔ تواریخ کے شروع سے ہی انسان نے سماجی۔ اقتصادی اور دینی امور میں تہواروں اور رسومات کو منانا شروع کر دیا۔ ان کے منانے والے سماج میں قدر کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور نہ منانے والے ملزم قرار دئے جاتے تھے۔ رسول کلسے کی جماعت کو تلقین کرتا ہے کہ تم نے حقیقت کو پا لیا ہے اب ان رسوم اور باطل پرستیوں میں نہ پڑنا۔

شریعت میں بھی سالانہ۔ ماہوار اور ہفتہ وار عیدیں اور تہوار رکھے۔ چونکہ ان موقعوں پر بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے۔ بازار لگتے ہیں۔ رنگا رنگ کا سامان دیکھنے میں آتا ہے اور ان سب چیزوں کا انسان کے حواس پر اثر ہوتا ہے۔ اور حواس لذت اُٹھاتے ہیں اس لئے انسان ان کو پسند کرتا ہے۔

۲: ۱۷۔ رسول کلسہ کی جماعت کو خبردار کرتا ہے کہ ظاہری اور بیرونی حواس کے ساتھ انسان کی شخصیت میں اندرونی اور باطنی حواس میں جو زیادہ حساس تیز اور رتدرد والے ہیں اور حقیقت کے جاننے اور پہچاننے میں کام آتے ہیں۔ (۲ کرنتھی ۴: ۱۸)

شریعت کی ظاہری اور عملی رسمیں اور عیدیں آنے والی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ شریعت کی وقتی اور عارضی عیدیں اور تہوار آنے والی حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ رسول کہتا ہے کہ اب انگوٹھا چوسنا چھوڑ دو۔ دودھ پیو اور وہ کلام کا خالص دودھ مسیح کلمہ خدا ہے (۱ پطرس ۲: ۲) اب اپنی عقل اور انسانی حکمت چھوڑ دو، اور خدا کی حکمت کی پیروی کرو۔ خدا کی حکمت مسیح ہے جس میں راستبازی اور پاکیزگی اور مخلصی یعنی روحوں کی نجات ہے۔ (۱ کرنتھی ۱: ۳۰)

۲: ۱۸۔ یہ زندگی ایک سفر ہے۔ ایک دوڑ ہے۔ سفر اور دوڑ میں مسافر اور دوڑنے والا درختوں، کھیتوں اور مکانوں کو جوں جوں پیچھے چھوڑتا ہے خوش ہوتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ اسیطرح مذہبی زندگی کی دوڑ میں انسان کچھ ورزشیں کرتا ہے یعنی ریاضت کرتا اور تہوار مناتا ہے اور خوش ہو کر اس کو اپنی کامیابی تصور کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔ مگر پولوس اس سے بچنے کی ہدایت اور تاکید کرتا ہے اور آگے بڑھنے کی تاکید کرتا ہے۔ انعام آگے ہے جہاں منزل پر مسیح زندگی کا تاج لیکر تمہارے انتظار میں کھڑا ہے۔ (یعقوب ۱: ۱۲)

کلسیوں ۲: ۲۳۔ ساری چیزیں کام میں لاتے لاتے فنا ہو جائیں گی۔ ان باتوں میں اپنی ایجاد کی ہوئی عبادت، اور خاکساری اور جسمانی ریاضت کے اعتبار سے

حکمت کی صورت تو ضرور ہے مگر جسمانی خواہشوں کے روکنے میں کچھ فائدہ نہیں۔
۲ : ۱۷- جن نظاموں اور انتظاموں کی بنیاد مسیح نہیں وہ سب عارضی ہیں۔ وہ اس مکان کی مانند ہیں جس کی بنیاد ریت پر ہو۔ اور وہ اپنے ہی بوجھ سے دب جائے۔ مسیح ہماری چٹان ہے۔ مگر یہاں اور تشبیہ استعمال کی ہے۔ مسیح سر ہے اور کل قدرت کے نظام اور قدرت کا مرکز ہے یعنی چلانے اور قائم رکھنے والا ہے۔ تمام زندہ اور بے جان موجودوں کا تمام اور وجود اسی سر سے ہے جو اس میں نہیں وہ زندگی کے قبضہ میں ہے اور اعتبار کے قابل نہیں۔ جو شخص مسیح سے تعلق رکھتا ہے اس میں بطور جسمی وحدت کے جیسے پٹھے اور جوڑ بڑھ کر باہم اور مضبوط رکھتے ہیں۔ ایسا نظام کلیسیا ہے۔ جو دنیا میں ہے مگر دنیا کا نہیں مسیح کا ہے۔ اصل چیزیں مسیح کی ہیں۔ ۲ : ۱۰

۲ : ۲۰-۲۳ - باطل کے خلاف۔

۲ : ۲۰ - خدا خالق ہے۔ شیطان خالق نہیں نقال ہے۔ وہ خدا کے انتظام کی نقل کرتا ہے اور اس نقل کے جال میں ان انسانوں کو پھانستا ہے جو حق اور حقیقت کی تلاش میں ہیں جس طرح حقیقی مسیحی زندگی کا ایک پاک اور اعلیٰ ضابطہ ہے شیطان نقلی زندگی کے لئے اسی طرح کا نقلی ضابطہ پیش کرتا ہے۔ اس کے ضابطہ سے جذبات لذت اٹھاتے ہیں۔ مگر عقل اور روح پر ان کا اثر نہیں ہوتا۔

ابتدائی باتوں کے معنے ہے عناصر یا مادہ کے جز جن سے دنیا کی مادی چیزیں بنتی ہیں رسول کہتا ہے کہ وہ مادہ مسیح نے اپنے مادی بدن کی موت سے مار دیا۔ اب تم اس مادہ سے آزاد ہو جس میں ایک قدیم عقیدے کے مطابق بدی کا اصول رہتا تھا۔ تم مسیح کے ساتھ مر گئے اور بپتسمہ میں دفن ہو گئے (رومیوں ۶ : ۴) اب تم اس مادی دنیا اور مادی عقل کے اصولوں اور رائیوں اور رسموں کے ماتحت نہیں بلکہ آزاد ہو ان کی پیروی نہ کرو کیونکہ

پھر دی سے تم دل اور دماغ کو قبضے میں نہیں لا سکتے۔ اور خود ضبطی نہیں کر سکتے ۔ یہ خود فریبی ہے ۔

باب ۳

۳: ۱-۴ ۔ روحانی زندگی کی حقیقت۔

ان آیتوں میں نئی زندگی کا اصول بیان کیا گیا ہے ۔یعنی کہ وہ زندگی کس اصول سے ملتی ہے اور کس اصول سے گزرتی ہے ۔ وہ امور ایک بہت بڑا بھید ہے۔ کیونکہ وہ بھید انسانی نہیں الہٰی ہے ۔خدا کی ذات سے اور اس کے کام سے نکلتا ہے ۔ اور پھر بھی بھید ہی رہتا ہے ۔ وہ بھید یہ ہے کہ خدا جو نا دبدن ہے دیدنی صورت میں مسیح میں ظاہر ہوا ۔ اس نے مادی بدن اختیار کیا ۔ مادہ میں بدی کا اصول ہے ۔مسیح نے صلیب پر مر کر اور قبر میں رہ کر وہ مادہ جس میں بدی کا اصول تھا اتار پھینکا ۔تین دن کے بعد مسیح تو زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا ۔مگر وہ بدن وہیں چھوڑ دیا ۔ وہ مادہ اور وہ مادی بدن انسانی تھا ۔ اس کی موت انسانی ذات کی موت ہے اور اس کا جی اٹھنا نئے انسان کا جی اٹھنا ہے جس کا مادہ مر کر گر گیا ہے اسی سے اب اس کا تعلق اس مادی دنیا سے نہیں بلکہ آسمانی دنیا سے ہے جہاں مسیح آسمان پر چڑھ گیا ۔یہ انسان جو مسیح کے ساتھ مرا ہے نیا بن کر مسیح کے ساتھ جی بھی اٹھتا ہے ۔ اب اس کی زندگی مسیح ہے ۔ اسی لئے اس کو آسمانی باتوں کی فکر اور امید کرنا لازم ہے ۔ ایک دن مسیح جلال میں ظاہر ہوگا (اعمال ۱: ۱۱) اور اس کے وہ مقدس بھی ظاہر ہوں گے جو اس کے ساتھ مر کر جی اٹھے اور اب روحانی یگانگت رکھتے ہیں۔

دنیوی عقیدے والے حقیر زمینی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں ۔ مگر مسیحی انسان

کو زمین سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دیتا ہے (انسیوں ۱: ۳ و ۱: ۳۰)
رسول بڑے بھید کی بات کہتا ہے کہ تمہاری زندگی مسیح کے ساتھ خدا میں چھپی ہوئی ہے۔ کلیسیا ایک بدن ہے جس کا سر اور سردار مسیح ہے۔ سر کی اور کلیسیا یعنی بدن کی ایک ہی زندگی ہے۔ اور زندگی کا ایک ہی مقصد ہے اس طرح زندگی میں ہماری مسیح کے ساتھ اور مسیح کے وسیلے سے خدا کے ساتھ یگانگت بلکہ وحدت ہے۔ یہ ہے مسیحی یوگ۔ مگر ویدانتی جب برہم سے یگانگت پاتا ہے تو اپنی ذات اور انانیت کھو دیتا ہے۔ برعکس اس کے مسیحی جب مسیح کے ساتھ یگانگت پاتا ہے تو اس کی انانیت کامل ہو جاتی ہے۔ وہ آہم برہم (میں برہم ہوں) نہیں کہتا۔ بلکہ کہتا ہے کہ مسیح مجھ میں زندہ ہے (گلتیوں ۲: ۲۰) یعنی اس کی شخصیت وسیع۔ پاک اور لطیف بن جاتی ہے۔ ویدانت میں شخصیت کی فنا ہے۔ مگر مسیحی یوگ میں شخصیت کی حیات، و ربقا ہے۔ اسلامی تصوف نے جہاں فنا تسلیم کی ہے بقا کا عقیدہ بھی پیش کیا ہے۔

انجیل یوحنا ۱۷: ۱۶ و ۲۳-۲۴۔ ا یوحنا ۳: ۲

۳: ۵-۱۱ غیر مذہب کی برائیوں کے خلاف

ان آیتوں میں مسیحی یوگ کی مزید کیفیت بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ جتنے مقدس مسیح کے ساتھ یگانگت پا چکے ہیں۔ اب ان میں نئی یعنی مسیح کی زندگی اور نیچر کام کرتی ہے جس طرح کل بدن میں سر سے پاؤں تک ایک زندگی ہوتی ہے اسی طرح مقدسوں کی رفاقت ہیں جن کا سر مسیح ہے۔ ایک ہی زندگی اور نیچر ہے۔ جو فتح مند اور غالب ہے۔ مگر چونکہ ابھی کمال کو نہیں پہنچی اس میں پرانی رغبتیں جو مغلوب ہو رہی ہیں ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں اور مقدس سے بھول چوک ہو جاتی ہے مگر وہ دانستہ گناہ نہیں کرتا۔ بدی کا اصول اس میں مرتا جا رہا ہے۔ اور وہ بدن کی مخلصی

کی راہ دیکھ رہا ہے۔ رومیوں ۸: ۲۳۔ جس طرح بچہ جو چلنا شروع کرتا ہے بار
بار گرتا اور اٹھتا ہے اور آخر سیدھا کھڑا ہو جاتا اور چلنا شروع کرتا ہے۔
اور یہ گرنا اور اٹھنا اس کے لئے ورزش اور مضبوطی کا کام دیتی ہے۔ وہ
گرتا ہے مگر گرا نہیں رہتا۔ اسی طرح جو مسیح میں نئے سرے سے پیدا ہوا ہے۔
وہ گرتا ہے مگر گرا نہیں رہتا۔ وہ اقرار اور توبہ کرتا ہے اور خدا اسے اٹھا کھڑا
کرتا ہے۔ یہ اس کی روحانی ورزش ہوتی ہے جس سے وہ مضبوط اور قائم ہو
جاتا ہے۔ صادق سات بار گرتا ہے مگر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ نئی پیدائش کا عمل
اور یقین ایمان دار کو غیرت اور تقویت بخشتا ہے۔ ۲: ۵ میں اعضا کی تاثیر
اور قوت کو اعضا کہا گیا ہے۔ جس طرح بائبل میں خدا کی قدرت کو خدا کی انگلی
اور خدا کا ہاتھ کہا گیا ہے۔ یسعیاہ ۵۰: ۲

رومیوں ۶: ۶ میں گناہ کا بدن کہا گیا ہے۔ یعنی مادی بدن جس میں گناہ بسا
ہوتا ہے۔

۶:۲۔ خدا کا غضب۔ خدا محبت ہے۔ اور اس کی نیچر بے تبدیل ہے اسی
لئے اگر خدا محبت ہے تو اس میں محبت کی معموری ہے۔ وہ مطلق محبت۔ جس میں
غضب کی گنجائش نہیں۔

محبت اور غضب تعلقات پر مبنی ہوتی ہے۔ جس کی آنکھیں تندرست ہیں
سورج اس کے واسطے روشنی اور بینائی کا سبب ہے مگر جس کی آنکھ بیمار ہے
وہی سورج اس کے واسطے دکھ کا باعث ہے۔ آنکھ کی کسر سورج کو اس
کے واسطے غضب بنا دیتی ہے۔ اسی طرح گنہگار کی بگڑی ہوئی نیچر خدا کی محبت
سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس سے محروم رہتی ہے۔ یہ محرومی دکھ بن جاتی ہے۔ اسی
کو خدا کا غضب کہا گیا ہے۔ یعنی وہ دکھ جو خدا کے ساتھ تعلق بگڑنے سے پیدا

ہُوا ہے۔

۳: ۹-۱۰ "پُرانی انسانیت کو اُتار ڈالا اور نئی انسانیت کو پہن لیا ہے"۔ اس جگہ میں خفیہ عقیدے کی ایک ضروری رسم کی طرف اشارہ ہے۔ جب کسی اُمیدوار کو خاص اندرونی حلقے کا ممبر بنایا جاتا تھا تو اسے اس حلقہ کا مخصوص لباس پہنایا جاتا تھا۔ مگر اس سے پہلے اس کا عام لباس اُتارا جاتا تھا۔ یہ اُتارنے پہنانے کی رسم اُمیدوار کے لئے بہت معنی رکھتی تھی۔ اسی طرح رسول کہتا ہے کہ ایماندار پرانی ناپاک نیچر اُتارتا ہے اور نئی نیچر اختیار کرتا ہے "جو معرفت حاصل کرنے کے لئے اپنے خالق کی صورت پر نئی بنتی جاتی ہے"۔ لیعنی خُدا کی معرفت حاصل کرنا کوئی دماغی کام اور ذہنی حصول نہیں۔ بلکہ ایک عمل ہے۔ ایماندار خُدا کی صورت پر بنتا جاتا ہے لیعنی اس کی نیچر قبول کرتا جاتا ہے۔ یہی معرفت لیعنی خدا کا علم ہے۔

۳: ۱۱ جب انسان مسیح میں نیا بن جاتا ہے تو اس کے قومی۔ وطنی اور رنگ کے امتیاز مٹ جاتے ہیں۔ ایسے نئے انسانوں کی شراکت لیعنی مقدسوں کی رفاقت میں وحدت قائم ہو جاتی ہے کیونکہ ان کو ایک ہی روح پلایا جاتا ہے (اکرنتی ۱۲/۱۳)، خودغرضی کی جگہ ایثار آجاتا ہے۔

مسیح کے نئے نظام لیعنی نئی پیدائش سے ایک نئی انسانی ذات دُنیا میں قائم کرنا عالمگیر عمل ہے اس میں ظاہری رسموں کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ صرف مسیح سب کچھ اور سب میں ہوتا ہے" مقدس کے لئے مسیح کافی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔

۳: ۱۲-۱۷ نئی زندگی کا مطالبہ

پُرانی انسانیت کی سرشت کا بیان ہو چکا ہے۔ اب رسول نئی انسانیت کی

سرشت کی کیفیت بیان کرتا ہے۔

۳: ۱۲۔ ایمان دار لوگ خُدا کے چُنے ہُوئے لوگ ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ خُدا نے نئی پیدائش کا عالمگیر بندوبست کیا ہے جو اس انتظام سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور خُدا سے ملاپ کرتے ہیں۔ ان کو برگزیدہ یا چُنے ہوئے کہا گیا ہے۔ اُنہوں نے گویا خود اپنے آپ کو چُنا ہے۔

چُنے ہُوئے لوگوں کی اوّل صفت پاکیزگی ہے اور دوسری صفت محبّت ہے۔ پاکیزگی سب میں وحدت اور یکسانیت اور برابری پیدا کرتی ہے اور محبّت ان میں ایثار۔ اخوّت اور ربط قائم کرتی ہے۔ یہ دونوں الہٰی صفتیں ہیں جو مسیح کی یگانگت سے آتی ہیں۔ جو حقیقی انگور کا درخت ہے اور شاخوں کو زندگی پہنچاتا ہے چُنے ہوئے کے لئے دردمندی۔ مہربانی۔ فروتنی۔ حلم اور تحمّل پانچ الہٰی صفات ضروری بتائی گئی ہیں۔ اِن پانچ کے مجموعے سے مسیح کا مزاج بنتا ہے۔ یعنی چُنا ہُوا انسان مسیح کے نمونہ پر بنتا ہے۔ ان صفات میں خودی۔ خود غرضی۔ خود نمائی اور خود ستائی نہیں۔ بلکہ ایثار اور قربانی کی انتہا ہے۔ اِن صفتوں کو اختیار کرنے کے لئے لفظ پہن لو استعمال کیا ہے۔ اس سے کچھ ڈھانکنا اور چھپانا مراد نہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہے وہی کچھ بن جانا۔ ظاہر باطن یکساں ہو جانا یعنی یہ صفتیں نوزاد کا نیچر بن جاتی ہیں۔ چنانچہ

۴: ۱۲ میں کہا گیا ہے کہ مسیح کی نیچر جو تم حاصل کر رہے ہو مسیح کی طرح اس کو استعمال میں لاؤ اور ظاہر کرو۔ ایک دوسرے کی برداشت کرو۔ نہ صرف یہ بلکہ معاف کرو۔ جس طرح مسیح نے طمانچے کھائے اور خُدا سے دُعا کی کہ اے باپ اِن کو معاف کر ایک دوسرے کے قصوروں کی معافی کی تاکید مسیح نے متی ۱۸/۲۱-۳۵ میں کی ہے اور کہا کہ میں قربانی نہیں رحم پسند کرتا ہوں متی ۹/۱۳ نئی ۶: ۱۴-۱۵۔

رومیوں ۱۲: ۱۸۔ انتقام لینا میرا کام ہے بدلہ میں ہی دُوں گا۔ انسان کی عدالت
مسیح کے سپرد ہے یُوحنا ۵: ۲۲ و ۲۷۔ اسی لئے وُہ کہتا ہے کہ قصور وار کو میرے
سپرد کر دو۔ مگر تم اس کو معاف کر دو اگر تم نے معاف نہ کیا تو گویا اس کو اپنے
ارادے اور منصوبے میں سزا دے چکے اور بدلہ لے چکے۔ حالانکہ انتقام لینا میرا کام ہے۔
۳: ۱۵۔ محبت کمال کا پٹکا ہے۔
کامل بنو جس طرح تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔ متی ۵: ۴۸۔ وہ اپنا سورج
نیکوں اور بدوں پر یکساں چمکاتا ہے اور دونوں پر بارش برساتا ہے متی ۵
یعنی اس کی محبت عالمگیر اور ہمہ رس ہے۔ اکرنتی ۱۳: ۸ محبت وہ کمال ہے
جس کو زوال نہیں۔ پٹکا یا کمر بند ہر کپڑے کو اس کی جگہ پر قائم رکھتا اور کل لباس
میں ایکتا پیدا کرتا ہے اسی طرح محبت سے مقدسوں کی رفاقت پیدا ہوتی ہے۔
"محبت سے کمر باندھ لو" یعنی ہر وقت معافی اور ایثار کے واسطے کمر بستہ رہو۔
اور معافی میں محبت اور خیر خواہی ہو۔

۳: ۱۵۔ یہاں بتایا ہے کہ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے دلوں میں وہی اطمینان ہوگا
جو مسیح کو حاصل تھا۔ جھیل میں طوفان تھا مگر مسیح اطمینان سے تھا۔ پانچ ہزار
کے لئے خوراک نہ تھی شاگرد فکرمند تھے۔ مگر مسیح مطمئن تھا۔ بھیڑ گرفتار کرنے کو آ
گئی مگر مسیح مطمئن تھا۔ جھوٹا مقدمہ ہو رہا ہے۔ ظلم ہو رہا ہے۔ صلیب گھڑی جا
رہی ہے مگر مسیح مطمئن ہے۔ مُنہ پر تھوکا جا رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوکی
جا رہی ہیں۔ کپڑے قرعہ سے بانٹے جا رہے ہیں اور پسلی میں بھالا مارا گیا ہے۔ مگر
مسیح مطمئن ہے۔ موت منڈلا رہی ہے نطرت میں پریشانی اور قدرے بدنظمی ہے۔
مگر مسیح مطمئن ہے۔ شیطان تالی پیٹ رہا ہے۔ دوزخ شعلے اُچھال رہا ہے۔
اور موت ہنس رہی ہے۔ اور قبر نے مُنہ کھول دیا ہے مگر مسیح مطمئن ہے۔

مسیح کے اطمینان سے (یوحنا ۱۴: ۲۷) خُدا سے صلح اور ہم جنسوں سے رفاقت پیدا ہوتی ہے۔

فلپیوں ۴: ۷۔ یہ اطمینان خیالات کو بھٹکنے سے بچاتا ہے۔

عبرانیوں ۷: ۳۔ عبرانی زبان میں صلح اور اطمینان کے لئے ایک ہی لفظ شالیم استعمال ہوا ہے۔ گویا اطمینان اور صلح کے ایک ہی معنے ہیں۔

"تم شکرگزار رہو"۔ دیکھئے کلسیوں ۲: ۷

۲: ۱۶۔ مقدسوں کی رفاقت کا خوبصورت مکمل نقشہ ہے۔

یہ حالت دلی اطمینان سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی (۱) دل میں کلام بسنا۔ (۲) آپس میں تعلیم اور نصیحت کرنا (۳) دل میں فضل کا ہونا (۴) حمد کرنا۔

(۱) خُدا کا کلام تمہاری زندگی کا قانون اور حاکم ہو۔ تمہاری سوچ بچار۔ تمہارے کام۔ تمہارے تعلقات اور لین دین کلام یعنی خُدا کی مرضی کے مطابق ہو تاکہ تمہاری نہیں بلکہ تمہاری زندگی میں خدا کی مرضی پوری ہو۔ کیونکہ جو کچھ دل میں ہوگا وہی باہر آئے گا۔

(۲) تمہارا کلام پُرفضل اور نمکین ہو۔ کلسیوں ۴: ۶

جو کوئی بولے ایسا بولے کہ گویا خُدا کا کلام بولتا ہے۔

خُدا کا کلام نصیحت کا کلام ہے۔ عبرانیوں ۱۳: ۲۲

(۳) خدا کا کلام اور نصیحت قبول کرنے سے دل میں جو حالت اور کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو فضل کہا گیا ہے۔

(۴) جب فضل اور اطمینان کی یہ کیفیت پیدا ہوگی اور دل میں خُدا اور انسان سے صلح ہوگی تو دل مسرور رہ کر وجد اور کیف میں اُچھلنا اور ناچنا شروع کریگا۔ یعنی عمل سے اندرونی کیفیت کا اظہار کرے گا اور زبان نغمے الاپے گی

یعنی لبریز دل لفظ بن کر زبان سے باہر نکلے گا۔

جب داؤد پر یہ کیفیت طاری ہوئی تو اس نے گانا اور ناچنا شروع کیا (۲سیموئیل ۶: ۱۴) اور اسی طرح پولوس نے اس کیف کا اظہار کیا۔ (۱کرنتھی ۱۴: ۱۵)

جب دل کی تمام قوتوں اور کیفیتوں میں صحیح تناسب اور توازن ہوتا ہے تو دل کی اس کامل حالت کو اطمینان اور صلح کہتے ہیں۔ جب دل باہر سے اثر قبول کرنے اور اپنے تاثرات کے اظہار میں اعتدال پر آجاتا ہے تو اس کو دل کا اطمینان کہتے ہیں۔ اطمینان سے لبریز دل اُچھلنے اور بہنے لگتا ہے۔ اس اُچھلنے اور بہنے سے رقص اور سرود یعنی ناچنا اور گانا پیدا ہوتا ہے۔ جو رسمی اور فرمائشی نہیں بلکہ حقیقی اور طبعی ہوتا ہے۔

۳: ۱۷ (۱) سب کچھ خداوند یسوع کے نام سے کرو۔

یعقوب ۴: ۱۵۔ "تمہیں یہ کہنا چاہئے کہ اگر خداوند چاہے تو ہم زندہ بھی رہینگے اور یہ یا وہ کام بھی کرینگے۔ یعنی کچھ کرنے کا دعویٰ کرنے یا ڈینگ مارنے کی بجائے کہو انشاء اللہ۔ یعنی اگر خدا کو منظور ہوگا تو ہم یہ یا وہ کام کرینگے۔ گو یا یُوں کہو کہ ہماری نہیں بلکہ خدا کی مرضی ہم سے اور ہم میں پوری ہو۔

(۲) "اسی کے وسیلے سے خدا باپ کا شکر بجالایا کرو"۔ مسیح خداوند وسیلہ ہے ہمارے اور خدا باپ کے درمیان۔ خدا مسیح میں ہم پر فضل کرتا ہے اور ہم مسیح میں خدا باپ کی عبادت۔ حمد اور شکر گزاری کرتے ہیں۔ اور کوئی وسیلہ نہیں۔ خدا ایک ہے اور خدا اور انسان کے درمیان درمیانی بھی ایک ہی ہے۔ ۱تم ۲: ۵۔

خدا کا عقیدہ رکھنے والے مذہبوں میں لفظ نام اکثر استعمال ہُوا ہے اور اس سے نام والے یعنی بڑے یا حقیقی نام والے یعنی خدا کی ذات مراد لی گئی ہے بھگتی کے سمپرداؤں میں اور سکھ دہرم میں لفظ نام بہت آیا ہے۔ بائبل میں بھی یہ لفظ

استعمال ہُوا ہے۔ شیعہ فرقہ کے لوگ اکثر کسی کام سے پہلے یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ سُنی فرقہ کے لوگ یا محمد کا نعرہ لگاتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ جس کا نام لیا گیا ہے وہ مدد کے لئے آتا ہے مگر اس آیت میں رسول کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ یہاں خدا کی پاک اور کامل مرضی مراد ہے جو اسی طرح تجربے اور عمل سے معلوم ہوتی ہے۔

رومیوں ۱۲: ۲

۳: ۱۸-۴: ۱ خاندانی فرض

خُدا واحد اور لاشریک ہے۔ تو بھی خُدا غیر متمدّن نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی اپنی ذات قدیم میں شخصوں کی کثرت ہے۔ جن میں کامل تمدّن یعنی شراکت ہے۔ اور اس شراکت میں مراتب اور مناصب کی حد ہے۔ تجاوز نہیں۔ کامل اعتدال ہے۔ کیوں کہ انتظام اور ضابطے کا خُدا ہے۔ خُدا کے تین اقنوموں یعنی باپ بیٹے اور پاک روح میں کامل ربط اور کامل ضبط ہے جس میں کسی طرح تبدیلی اور فرق ممکن نہیں چنانچہ اس واحد خدا نے ایک واحد انسان بنایا اور کہا کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے (پیدائش ۲: ۱۸) متمدّن خدا نے انسان کو بھی اپنی تمدّن کی صفت سے بہرہ ور کیا۔ یہاں تک کہ آدم کا شریکِ حیات خود اسی کی شخصیت سے نکالا۔ اور ان دونوں سے ایک خاندان بنایا۔ لیعنے خدا نے تجرد پہ تاہل کو ترجیح دی۔ خُدا کی ترجیح بلا وجہ نہیں اور بے نتیجہ نہیں۔ خاندان مخلوقات کا انتہائی مقصد ہے۔ یہ خاندان اس خاندان کا عکس اور تمثیل ہے جو مسیح میں ایمان داروں کی تقدیس۔ رفاقت اور یگانگت سے بنتا جا رہا ہے۔ علن والے خاندان کے قاعدے اور قانون کوہ سینا پر دئے۔ مگر اس نئے یروشلیم والے حقیقی خاندان کے ضابطے پہاڑی وعظ میں دئے۔ یہاں رسول ان کی تائید اور تاکید کر رہا ہے۔

تمدّن میں خاندان اکائی ہے۔ اور سماج۔ قوم اور کل انسانی ذات کی تنظیم کی بنیاد ہے۔ مسیح خداوند نے شخص اور خاندان کو نئی قدریں عطا کی ہیں۔ اور سماج میں نئے معنے اور نئی قدر رکھدی ہے۔ آج ہر ملک کے کلچر میں شخصیت کی قدر بڑھ گئی ہے۔ اور گھر مسیحی گھر بنایا جا رہا ہے۔ گویا گھر گھر میں جنّت آباد ہو رہی ہے۔ مسیحی گھر کلچر میں ایک مُستند ادارہ قائم ہوگیا ہے۔ مسیحی زندگی کی پختگی اور کلیسیا کی ترقی اور مضبوطی کے لئے خاندانی پاکیزگی اور ضبط لازمی ہے۔

۳ : ۱۸۔ خاندان کا سر خاوند ہے اور بیوی اس کی مشیر ہے۔

نسل کی ترقی کے لئے دونوں برابر کے ذمہ دار ہیں۔ پُرانے عہد نامہ میں کل ذمہ داری خاوند پر رکھی گئی ہے۔ مثلاً دوسرے اور چوتھے حکموں میں خاوند کو خاندان کے سارے ممبروں کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اور اسی اُصول پر عکن کے قصور کے باعث اس کے کل خاندان کو سزا ملی۔ مگر نئے عہد نامہ میں دونوں کی برابر ذمہ داری ہے۔ اور برابر حقوق ہیں۔

۱پطرس ۳ : ۷۔ یُوں سمجھو کہ تم دونوں زندگی کی نعمت کے وارث ہو۔ انجیل میں انسان کے تمام قسم کے تعلّقات کی بنیاد مسیح اور خُدا کے تعلقات ہیں۔ انیسمس فلیمون کا غلام ہے مگر بھائی بھی ہے۔ ذمہ داری کے اعتبار سے میاں بیوی میں امتیاز ہے ورنہ خُدا کی نگاہ میں دونوں کی قدر برابر ہے۔ بیوی کو سب سے پہلے رسُول ہدایت کرتا ہے۔ عورتیں شروع سے آزادی کیلئے جدوجہد کی ہے اور اس جدوجہد میں اپنے دائرہ سے آگے نکل گئی ہے اور بعض باتوں میں تجاوز کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے مرد سے آزاد رہنے کی غرض سے عمر بھر شادی نہ کی۔ اور یُوں مرد کو چڑایا۔ رسول اس قسم کی طبیعت اور وطیرہ کو مسیحی تعلیم کے خلاف قرار دیتا ہے اور عورت کو ہدایت کرتا ہے کہ اپنے شوہر کی مسیح میں تابع رہے۔ اگر خاوند اور

بیوی کے درمیان صحیح ہوگا تو دونوں اپنی حدود کو پہچانیں گے اور اعتدال سے تجاوز نہ کرینگے۔ عورت نازک ظرف ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی لطیف ہے اور اس ذمہ داری کی تعمیل کے لئے اس کو مرد کی مدد اور معاونت کی ضرورت ہے۔ مثلاً خانہ داری کے اُمور یعنی بچّوں کی پرورش اور دیکھ ریکھ۔ مہمان نوازی سماجی فرائض اور مذہبی ذمہ داریاں۔ اسی لئے ہدایت کی ہے کہ خاوند کی تابعدار رہو

گزشتہ جنگ کے دوران میں ضرورت کی بنا پر عورت کو ہسپتالوں۔ دفتروں کارخانوں اور دوکانوں میں جگہ دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورت اپنی حد سے نکل گئی۔ خاندان ٹوٹ گیا۔ ہوٹل بس گیا لیلےٰ المحمل سے ایسی نکلی کہ ؏

نکل ہم گئے دشتِ مجنوں سے آگے
خُدا جانے وحشت کہاں لے چلی ہے

۳ : ۱۹۔ شوہروں کو بھی کہا گیا ہے کہ بدنی قوّت اور جسمانی برتری کے باعث زبردستی مت کرو۔ تُمہاری قوت اور جسمانی برتری کمزور کو سنبھالنے کے لئے ہے نہ کہ روندنے اور تنگ کرنے کے لئے۔ تم بیویوں سے محبّت رکھو۔ محبت میں ایثار اور رہبری ہے۔ اپنے مشیر کو حقیر نہ جانو۔ دُنیا کے معاملوں کے واسطے تم اکیلے کافی نہیں۔

۴ : ۲۰۔ بچّوں کو بھی فرمانبرداری یعنی تعاون کے لئے کہا گیا ہے۔ ماں باپ زندگی کا تجربہ حاصل کر چکے ہیں جو وہ بچوں کی تعلیم اور تربیت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے بچّوں کو ناتجربہ کاری کی حالت میں خودسری سے نہیں بلکہ اعتماد سے کام لینا چاہئے۔

خُدا انتظام کا خُدا ہے۔ دُنیاوی نظام میں والدین اور بچوں کے الگ الگ فرائض اور حقوق ہیں اور یہ خُدا کی طرف سے ہے جو کل نظام کا بانی

ہے۔ اِسی لئے اولاد کی فرمانبرداری خُدا کو پسند ہے۔

۳ : ۲۱۔ بات بات پہ نکتہ چینی کرنا اور حوصلہ افزائی کی بجائے دل شکنی کرنا تربیت کے اصول کے خلاف ہے۔ چونکہ بچہ مجبور، محتاج اور والدین کا دستِ نگر ہے اس کی کمزوری اور محتاجی سے ناجائز حکمرانی کرنے سے بچہ چڑچڑا بلکہ باغی ہو جاتا ہے۔ اور خاندان کی عمارت میں کچّی اینٹ کا کام کرتا ہے۔ بچّے کی کمزوری۔ ناتجربہ کاری شخصی میلانوں اور طبعی دلچسپیوں کا لحاظ کرنا لازمی ہے۔ ورنہ اس کی شخصیت ادھوری رہ جاتی ہے اور بعض دفعہ پامال ہو جاتی ہے

۳ : ۲۲۔ بگڑی ہوئی سرشت کے باعث انسانی سماج میں حاکم اور محکوم اور مالک اور نوکر کا دستور ہے۔ مسیح میں سب بھائی ہیں۔ کسی انسان کو حق نہیں کہ اپنے ہم جنس کو دبائے رسول نے بے شک غلامی کے خلاف اور نوکر رکھنے کے خلاف آواز نہیں اُٹھائی مگر اس دستور کو ایسی شکل دیدی کہ گویا اس میں جو کچھ ناواجب ہے اس کی جڑیں کاٹ ڈالیں۔ یہاں تک کہ کلیسیا نے غلامی حکماً بند کر دی۔ عورتوں کو آزادی دے دی یہاں تک کہ آج دُنیا کے سب سے بڑے سیاسی۔ سماجی۔ علمی۔ اقتصادی اور طبّی اور کلچرل ادارہ کی صدر بھارت کی مایۂ ناز بیٹی وجے لکشمی پنڈت ہیں۔ اور بچے کو انسانی توجہ کا مرکز بنا دیا۔

۳ : ۲۳۔ چونکہ مقدسوں کی رفاقت میں جو روز بروز تعداد اور قدر میں بڑھ رہی ہے مسیح درمیانی ہے اور کل تعلقات اور زندگی کا اصول ہے اس لئے رسول ہدایت کرتا ہے کہ یہ دُنیا خُدا کی یعنی تمہارے باپ کی دُنیا ہے۔ اس کی دیکھ بھال اور سجاوٹ میں سب لوگ بغیر کسی دُنیاوی امتیاز کے کام کریں۔ ہر کام خُدا باپ کا کام سمجھیں۔ اور تن من دھن سے انجام دیں۔

رسول تمام تعلقات اور کل نظام کی اندر سے اصلاح شروع کر رہا ہے۔

رسول کو اس میں کامیابی ہوئی۔ آج کل دنیا نے یہی اُصول اختیار کیا ہے۔ یعنی انسان کی قدر اور انسانی تعلقات کی اندرونی اصلاح۔ چنانچہ آج جیل خانوں کے قانون کی ترمیم کر کے اس کو نرم کیا جا رہا ہے۔ پھانسی اور موت کی سزا زیرِ بحث ہے۔ مزدوروں کو رعائتیں مل رہی ہیں۔ نوکروں اور اچھوتوں کو کھوئی ہوئی انسانیت مل رہی ہے۔ انسان پھر سے انسان بن رہا ہے یہ انجیل کا کرشمہ ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں مسیح نظر آرہا ہے۔ وہ شعلوں میں چلتا پھرتا اور پانی پر چلتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس چوتھے کی صورت خدا کے بیٹے کی سی ہے۔

۳ : ۲۲۔ رسول زمینی انتظام اور انسانی تعلقات کو روحانی مقصد اور خدا کی بادشاہت کے قیام کے واسطے استعمال کر رہا ہے۔ یہ ہے اصل حکمت اور تدبیر۔ بعض کا اعتراض ہے کہ رسول محتاجوں مزدوروں اور غلاموں کو اپنی حالت سے مطمئن رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر اس تعلیم میں یہی مدّنظر ہے تو مسیح خدا وند نے پہاڑی وعظ میں دو کوس بیگار میں جانے اور دوسرا گال پھیر دینے کو کہا ہے گویا دُنیا کے غلط رسم و رواج کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہر سبب سے اس کی خاصیت کے مطابق نتیجہ نکلیگا۔ رسول سبب نہیں بدلتا۔ سبب کی خاصیت بدلتا ہے۔ تاکہ نتیجہ بھی بدل جائے۔ ہر شریف خدمت مسیح کی خدمت ہے جس نے کہا کہ جب تم نے ان میں سے کسی کے ساتھ یہ سلوک کیا تو گویا میرے ساتھ کیا مجھ پر احسان کیا۔

۳ : ۲۵۔ اگر کوئی ایمان دار اپنے سماجی اور خاندانی تعلقات میں وفادار نہیں تو وہ بے ایمان کی طرح مجرم ٹھہرایا جائیگا اور سزا پائیگا۔ خُدا اس کی رعائت نہ کریگا۔ اس کا عدل کامل ہے۔ باقی کُل مذاہب کی تعلیم ہے کہ ان کے بانی اپنوں کی سفارش کرینگے خواہ وہ کیسے ہی نکمے ہوں۔ مگر مسیح میں خدا کامل عدل دکھاتا ہے۔ وہاں کسی کی طرفداری نہیں (اعمال ۱۰ : ۳۵)

غلام غلامی اور ماتحتی کی حالت میں اخلاقی ذمہ داری کا احساس کھو بیٹھتا تھا رسول آگاہ کرتا ہے کہ غُلام کی طرفداری نہ ہوگی نہ خُدا اس کا اخلاقی جرم نظر انداز کریگا۔ پاکیزگی کا معیار سب کے لئے ایک ہے۔

۴: ۱۔ خدا ہمارا مالک ہے۔ ہم اس سے محبّت اور ہمدردی کی توقع کرتے ہیں۔ ہم کو اِسی توقع اور اصول کے مطابق اپنے ماتحتوں اور نوکروں سے سلوک کرنا چاہئے۔

۴: ۲-۶ عام ہدائتیں

رسول خط میں ضروری باتیں کہہ چکا ہے۔ اب مضمون کو خُدا طول دے کر اسے ذاتی اور بے تکلف بنا رہا ہے۔ سب سے پہلے دُعا کی تاکید کرتا ہے۔ یہاں جس لفظ کا ترجمہ مشغول رہو کیا گیا ہے اس کے معنی ہیں "تم دعا کرو"۔ جواب آئے یا آنے میں دیر کرے تم برابر دُعا کرتے رہو۔ دُعا کی طبیعت قائم رکھو اور یاد رکھو دُعا کی طبیعت شکرگزاری سے قائم رہتی ہے بلکہ بیدار یعنی متحرک رہتی ہے۔

۴: ۳۔ جب اپنے لئے دُعا کی درخواست کرتا ہے تو رہائی کے لئے دُعا کرنے کو نہیں کہتا بلکہ کلام کی منادی کے ذریعے اور موقعے طلب کرتا ہے۔ فلپیوں ۱: ۱۲-۱۴ سے ظاہر ہے کہ رسول نے قید میں انسمس کو پہرہ دار رومی سپاہیوں کو اور روم کی کلیسیا کے ان ممبروں کو جو عافیت پوچھنے آئے تھے کلام سُنایا اور تعلیم دی۔ رسول کلام سنانے کے سبب قید تھا۔ مگر منادی کی ضرورت اور تاثیر کا اس قدر قائل ہے کہ منادی کے زیادہ سے زیادہ موقعے تلاش کرتا ہے۔ جوں جوں اس نے کلام کی منادی کے لئے دُکھ اُٹھایا کلام کی قدر اور حکمت اس پر واضح ہوتی گئی۔ اس کے بھید کا مکاشفہ کُھلتا گیا اور کلام سُنانا اس کی زندگی کا مقصد بن گیا۔ اس کی وجہ اس کا ذاتی تجربہ تھا۔ اس نے کلام کی قدرت اور تاثیر اور سچائی کا ذاتی تجربہ کیا تھا۔ اِسی لئے جرأت سے سناتا رہا اور سنانے کے موقعوں کی تلاش میں رہا۔

یہ کلام خفیہ عقیدہ والوں کے کلام کی طرح کمزور اور بے تاثیر نہیں۔ یہ کلام آسمانی اور روحانی ہے اسی لئے میرا کوئی انسانی طریقہ اس کو پورے اور مناسب طور پر کھول نہیں سکتا۔ علم سے۔ تجربے سے۔ دکھ اُٹھانے سے۔ خدمت اور محبت سے تقریر اور تحریر سے۔ حاضری اور غیر حاضری سے جس طرح بھی میں نے یہ کلام سُنایا ہے میں نے دیکھا ہے کہ یہ بھید کھل کر بھی بھید ہی رہا ہے

۴: ۵۔ رسول پر اس کی انجیلی خدمت کی وسعت اور عالمگیری خوب واضح تھی۔ یہاں ہدایت کرتا ہے کہ غیر مسیحیوں سے کیسا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ اس میں ایمان اور مسیحی زندگی اور خدمت کا معیار گرا کر اور سمجھوتہ کرکے ایذا رسانی اور مخالفت سے بچنے کو نہیں کہتا بلکہ اس کامل معیار تک پہنچ کر کلام کی سچائی اور حقیقت کی عملی گواہی کی تاکید کرتا ہے۔

بعض مسیحی اپنے غیر مسیحی پڑوسیوں اور شہریوں کی تمام رسموں اور تہواروں کی حقارت کرتے تھے اور اس کو دینداری جانتے تھے۔ جس سے ان پڑوسیوں کے دل میں مسیحیوں کے خلاف جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اور وہ انجیل کا پیغام سُننے سے انکار کرتے تھے۔ رسول کہتا ہے کہ ذرا عقل بھی برت لیا کرو۔ چڑانے کے لئے دیدار ہی: جتایا کرو۔ ان کے خلوص کا احترام کیا کرو۔ اور وہ خلوص مسیح کے لئے جیتنے کی دعا اور کوشش کیا کرو۔ وقت کو غنیمت جانو۔ زندگی کا سارا عرصہ آپ کے لئے خدا نے عطا کیا ہے۔ افسیوں ۵: ۱۶ میں کہا ہے کہ وقت کو غنیمت جانو دن بُرے ہیں۔ رسول کے ذہن میں یہ یقین ہے کہ مسیح جلد آنے والا ہے اور اس کے آنے سے پیشتر بدی کا بڑھ جانا ضروری ہے۔ یہ زمانہ گویا آخری فیصلہ (Crisis) کا نازک زمانہ ہے جلد بازی اور تعصب سے کام نہ بنے گا۔

۴: ۶۔ رسول کے زمانہ میں لوگوں کو چکنی چپڑی باتوں کا اور چست جملے بازی

کا شوق تھا۔ ایسے جملوں میں تیر و نشتر بھی ہوتے تھے۔ مگر رسول تاکید کرتا ہے کہ تمہارے لفظوں میں حلاوت اور کشش ہونی چاہیئے۔ کلام شہد سے میٹھا اور عزیلہ ہے۔ تمہاری گفتگو میں عام لوگوں کی جملے بازی نہ ہو بلکہ کلام کی سنجیدگی۔ خلوص اور مزہ ہو۔ گویا تمہاری گفتگو کے انداز میں مسیح کے مزاج کا اشتہار ہو۔

۴ : ۷۔۹ ہرکاروں کے بارے

رسول میں مسیح کا صبر اور کامل ایمان ہے خط میں وہ اپنا حال نہیں بیان کرتا۔ خط دو ہرکاروں کے حوالے کر کے لکھتا ہے کہ بس اُن سے میرا حال سُن لینا۔ جبر تدلد کا غذا اور وقت ملا کلسہ والوں کے ایمان کی مضبوطی اور تعلیم کی درستی کیلئے استعمال کیا۔ انسمس ہرکارہ تو واپس اپنے مالک فلیمون کے پاس جا رہا تھا۔ تخکس ایشیا کوچک کا باشندہ تھا۔ اور پولوس کے ساتھ یروشلم گیا تھا۔ (اعمال ۲۰:۴) جہاں رسول گرفتار ہوا اور غالباً رسول کے ساتھ روم گیا جہاں سے اب واپس آ رہا ہے۔ تخکس رسول نہ تھا۔ تو بھی پولوس اس کو ہم خدمت کہتا ہے۔ انجیل کی خدمت ہر ایمان دار کا حق ہے۔ تخکس رسول کے ساتھ رہا تھا اور اس کی حالت سے اچھی طرح واقف تھا اسی لئے اس کو بھیجا کہ کلسہ والوں کو زبانی حال سنائے۔ اور تم کو تسلی دے۔ تم میرے لئے فکرمند ہو اور کلام کی تاثیر کی بابت وسوسہ کرتے ہو۔ تخکس سے پوچھو جو چشم دید گواہ ہے انسمس چونکہ اقرار کر کے واپس جا رہا ہے۔ رسول اس کو دیانت دار اور کلسہ کی جماعت میں سے ایک پیارا بھائی کہتا ہے۔ یہ طرز نہایت مؤثر ہے۔

۴ : ۱۰۔۱۸ خاتمہ اور سلام

رسول کلسہ والوں سے نئے ایمانداروں کی ملاقات کرواتا ہے۔ جن ایمانداروں کے نام درج کئے ہیں وہ افسس کی قید میں رسول کے ساتھ تھے۔ ان نے جن کا

خیال ہے کہ یہ خط روم سے نہیں افسس سے لکھا گیا۔ کلسے سے افسس کل سو میل دُور تھا۔ کلسے والوں نے یہ نام سُنے ہوں گے۔ مگر روم جو بہت دور تھا۔ وہاں کے لوگوں سے کلسے والوں کی واقفیت ناممکن تھی۔ جن لوگوں کا خط میں ذکر ہے ان میں سے بعض شروع میں رسول کے ساتھ تھے۔ انسمس کے لئے روم پہنچنا بہت مشکل تھا۔ افسس تک جانا آسان تھا۔ پوری فہرست میں سے رسول نے وہ نام چُن لئے جن سے کلسے والوں کی دلچسپی تھی۔ مثلاً

ارسترخس۔ تسلونیکے کا باشندہ تھا۔ (اعمال ۱۹: ۲۹ و ۲۰: ۴) یہ سرکاری قیدی نہ تھا۔ اپنی خوشی سے رسول کے ساتھ تھا۔

مرقس۔ جس نے پطرس سے سُن کر انجیل لکھی۔

۴: ۱۱ ۔ غیر ملکی یسوع کا یوستس تلفظ کرتے تھے۔

۴: ۱۳۔ اپفراس کے لئے لکھا ہے۔ کہ "وہ تمہارے لئے بڑی کوشش کرتا ہے"۔ اسی زمانہ میں ایک ہولناک بھونچال اس علاقہ میں آیا تھا۔ ممکن۔ ہے کہ اپفراس روم کے مالدار مسیحیوں سے مالی مدد لینے گیا ہو۔ شاید یہ مدد پا کر ہی لودیکیہ والوں نے سرکاری امداد نہ لی تاکہ اس سے کسی اور شہر کی مدد ہو جائے۔

۴: ۱۶ (۱) رسول کے خط عام مجمع میں پڑھ کر سُنائے جاتے تھے۔ دا تسلنیکیوں ۵: ۲۷) (۲) رسول کے خط محض مقامی جماعتوں کے واسطے نہ تھے بلکہ کل مسیحیوں کے واسطے تعلیم اور ہدایت تھے (۳) کلسے کے خط کے ساتھ رسول نے ایک اور خط لکھا جو لودیکیہ ہو کر کلسے آیا۔ جس کے عوض میں یہ خط لودیکیہ بھیجا گیا۔ آج یہ تمام خط ساری دنیا میں بارہ سو زبانوں میں پڑھے جاتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے جتنے خط لکھے سب محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کے موجودہ خطوں کی بعض عبارتوں سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً ۱ کرنتھی ۵: ۹

۲ کرنتھی ۲: ۱۴ - ۱۸ -

پاسبانی خطوں میں کئی ایک گم شدہ خطوں کے جملے اور ٹکڑے ہیں ۔ لودیکیہ کا خط بھی جس کا یہاں ذکر ہے آج کل موجود نہیں ۔ جب کرنتس والوں سے جھگڑا ہو گیا تو رسول نے ان کو ایک اور دوسرا خط لکھا جو آج نہیں ملتا ۔

۴ : ۱۸ ۔ پولوس رسول اپنے خط دوسروں سے لکھوایا کرتا تھا ۔ مگر آخری سلام تعلیم خود لکھتا تھا ۔ اور پھر دستخط کر دیتا تھا ۔

۲ تسلنیکیوں ۲:۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جعلی خط پولوس رسول کے نام سے کلیسیاؤں میں آئے تھے جن میں ادھوری اور بعض دفعہ غلط تعلیم ہوتی تھی ۔ اس جعلسازی سے بچنے اور بچانے کی غرض سے رسول اپنے ہاتھ سے خط پر دستخط کرتا تھا (۲ تسل ۳ : ۱۷) بعض میں برکت کے کلمات درج کرتا تھا ۔ گلتیوں کے خط میں ایک عبارت اپنے ہاتھ سے درج کی ہے ۔

اپنی زنجیروں کی طرف کلسے والوں کی توجہ راغب کر کے اپیل کی ہے کہ ان زنجیروں کے سبب کو یاد کر کے اس خط کی ہدائتوں اور تعلیم کو قبول کرو ۔

نیشنل کرسچن کونسل
کے
کرسچن لٹریچر بورڈ کی مالی مدد کے ساتھ
مشعل پرنٹنگ پریس کھرڑ۔ ضلع انبالہ میں
باہتمام
مسٹر اے۔ ایم۔ برنباس چھپ کر شائع ہوئی